بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسند کی شادی

اور اسلامی تعلیمات

-: تصنیف :-

محمد محسن رضا بریلوی

Mobile – 9458695931.

نام کتاب	:	پسند کی شادی اور اسلامی تعلیمات
مصنف	:	محمد محسن رضا
تصحیح	:	حضرت مولانا محمد اسماعیل رضا (خطیب و امام جامع مسجد کاول کٹے)
نظر ثانی	:	خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ڈاکٹر محمد فاضل رضوی (کاول کٹے حضرت)
ٹائپنگ	:	محمد محسن رضا
ناشر	:	مسجد اعظم فراری
باہتمام	:	اہل جماعت مسجد اعظم فراری
قیمت	:	40.00روپے

-: ملنے کے پتے:-

مسجد اعظم فراری اروا تور پداؤ، ضلع منگلور.

القادسہ کالج آف اسلامک سائنس کاول کٹے، ضلع منگلور.

بروج انگلش میڈیم ہائی اسکول رضا نگر، ضلع منگلور.

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على أشرف الأنبياء و المرسلين نبينا محمد صلّى الله عليه و سلّم و على آله و أصحابه و أهل بيته أجمعين.

أمّا بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.

بسم الله الرحمن الرحيم.

"و من آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها و جعل بينكم مودّة و رحمة". (الروم -21) و قال تعالى "فانكحوا ما طاب لكم من النساء". (النساء -3)

صدق الله مولانا العظيم.

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے، کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبّت و رحمت رکھی. (الروم-21)

تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آجائے اس سے نکاح کر لو. (النساء-3)

(یعنی پسند کی شادی کرو)

اس کتاب میں مَیں نے اسلام کی تعلیم جو مَیں نے کتاب وسنّت اور اقوال ائمہ سے سمجھی ہے اس کو، اور کچھ تجربات وحالات کو، اور اپنے کچھ جزبات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ آئے دن کی ضرورت ہے جس سے ہر ایک گزرنا ہے، آج کے دور میں لوگ دین کی تعلیم سے کافی دور ہیں، انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ شریعت میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز، یا جو چیز شریعت میں جائز ہے اس پر لوگوں کے عمل کا طریقہ کار غلط ہے، لہٰذا اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو صحیح اور غلط کا امتیاز بھی ہو گا، اور لوگوں کی شادی شدہ زندگی خوشگوار بھی گزرے گی، انہیں یہ معلوم بھی ہو گا کہ شادی کا اصل مقصد کیا ہے، اور اس کو کس طرح زندگی بھر نبھا کر چلنا ہے، تو بات شروع کرتے ہیں پہلے پسند کی شادی سے جو کہ کتاب کا اصل موضوع ہے، پسند کی شادی کی شروعات ہوتی ہے پہلے محبّت سے، جیسا کہ اللہ ربّ العزّت نے بھی ارشاد فرمایا "**و جعل بینکم مودّۃ و رحمۃ**" کہ یہ رشتہ آپسی محبّت کے لئے بنایا گیا ہے، اس رشتہ کا حسن ہی محبت ہے، اور زوجین ایک دوسرے کے لئے ساری زندگی رحمت بنے رہیں، کبھی بھی دونوں میں سے کوئی کسی کے لئے زحمت نہ بنے، کیونکہ ہم اس نبی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں جنہیں ساری کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا، کیا ہم اس نبی کے طریقہ پر چل کر اپنی بیوی، بچوں اور گھر والوں کے لئے بھی رحمت نہیں بن سکتے.

تو آیئے پہلے شادی کا کچھ تعارف پیش کرتے ہیں پھر شادی کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالیں گے، اس کے بعد یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ محبّت کسے کہتے ہیں؟ یہ کیسے ہوتی ہے؟ اور کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ آج کے دور میں لوگوں نے بدقسمتی سے اپنی خواہش اور ہوائے نفس کو محبت کا نام دے رکھا ہے، پھر کتاب کے اصل موضوع پسند کی شادی پر تفصیلی بحث کریں گے، اور آخر میں زوجین کے کچھ حقوق کا بھی تذکرہ کریں گے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر زندگی خوشگوار طریقہ سے گزرے.

تعارف

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، اسلام کا نظام نکاح ایک ایسا مرتب ادارہ ہے جو انسانی اجتماعیت کی بنیاد ہے، اگر اس میں کوئی سقم یا نقص نہ ہو تو معاشرہ ہر قسم کے فساد سے محفوظ رہے گا، لیکن اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تو اس کے اثرات و نتائج پورے معاشرہ پر مرتب ہوں گے، اسی لئے اسلامی تعلیمات شادی بیاہ کے بارے میں اس قدر مفصل اور عمدہ ہیں کہ اگر ان کو اپنا لیا جائے تو عصر حاضر میں پیش آنے والے بعض ایسے مسائل جو بظاہر حل ہوتے نظر نہیں آرہے وہ سب خود بخود درستگی کی راہ پر آ جائیں گے.

اسلام نے مرد و عورت کے تعلق کو معاشرتی قدر کے طور پر قانونی اور اخلاقی تحفظ دے کر نکاح سے موسوم کیا ہے اور ایسے آداب سکھائے ہیں جو اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے میں اور اس کے اہم مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور ایسی جذباتیت سے منع کیا جو شریعت کی نظر میں غیر ضروری ہے، قرآن و حدیث میں معاشرتی پاکیزگی کی فضاء قائم کرنے کے لئے عفت و عصمت کی بنیاد بنا کر مرد و عورت کے جنسی تعلق کو قانونی شکل دینے کی اہم وجہ جنسی آسودگی کے ساتھ، حفاظت نسب اور زندگی کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے.

انسان جب حدود و قیود سے باہر نکل کر سوچتا ہے تو اس کا نفس اسے جنسی آوارگی اور بے راہ روی پر آمادہ کرتا ہے جس سے اخلاقی بندشیں ختم ہو جاتی ہیں اور بہیمی قوتیں اسے انسانیت سے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے آتی ہیں، جو اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت کو داغدار بنا دیتی ہیں، اسلام نے نفس کی سرکشی اور بہیمانہ خواہشات کو فطری اور جائز راستہ نکاح کی صورت میں دیا تاکہ انسان اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی گزارے اور ناجائز تعلقات و منفی راستوں سے بچے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر جو طبعی تقاضے رکھے گئے ہیں ان میں عورتوں کی طرف رغبت ایک فطری بات ہے.

لوگوں کی عورتوں میں رغبت اور ان کی طرف قلبی میلان فطرتاً ان میں ودیعت کر دیا گیا ہے، اپنی پسند اور محبت کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان غلط راستہ کا انتخاب کر سکتا ہے جو اس کے لئے شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے اور

اگر اسے کہا جائے کہ وہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے اور عورتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو تو یہ بھی ممکن نہیں ہے، اسلام نے راہ اعتدال کو اختیار کرتے ہوئے مرد و عورت کے درمیان ایک قانونی رشتہ نکاح کی صورت میں قائم کیا، آج کل نجی زندگی اور پسند کے نام پر مغربی دنیامیں غیر فطری عمل اختیار کیے جارہے ہیں، زیر نظر کتاب میں ان کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے، اور عصر حاضر میں چونکہ پسند کی شادی کا رجحان بہت زیادہ بڑھ رہا ہے اس لیے مرد و عورت کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کرنا نہایت ہی ضروری ہے.

شادی کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے.

فانکحوا ما طاب لکم من النساء. (النساء-3)

تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آجائے اس سے نکاح کر لو.

وانکحوا الأیامی منکم. (النور-32)

اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں.

ان آیات کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ بھی نکاح کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں موجود ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے.

وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني .

(صحيح البخاري، ح-5063 و صحيح مسلم، ح-1401)

میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقے پر نہیں.

ایک اور مقام پر نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا.

يا معشر الشباب من استطاع الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر و أحصن للفرج و من لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء .

(صحيح البخاري، ح-5066،5065 و صحيح مسلم، ح-1400)

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ شادی کر لے اور جس میں طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے، روزہ اس کو خصی کر دیتا ہے۔ (شہوت کم کر دیتا ہے)

بلکہ ایک مقام پر آپ ﷺ نے شادی کو نصف دین کی تکمیل قرار دیا ارشاد ہے۔

إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين فليتق الله فى النصف الباقي .

(المعجم الأوسط، ح-7647 و شعب الإيمان، ح-5100)

جب کوئی بندہ (مسلمان) شادی کرتا ہے تو اس نے اپنے نصف دین کو مکمل کر لیا، پس باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ سے ڈرے۔

مندرجہ بالا مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے، شریعت اسلامیہ نے ایک طرف نکاح کو جائز قرار دیا تو دوسری طرف زنا سے شدت اور سختی کے ساتھ منع کیا اور عبرت ناک سزا بھی رکھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة و ساء سبيلا . (بني إسرائيل / الإسراء-32)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ہے۔

اور زنا کی سزا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

الزانية و الزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله إن كنتم تؤمنون بالله و اليوم الآخر . و ليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين . (النور-2)

بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔

شادی معاشرتی ستون

شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، شخصی ضرورت، طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں میں باہمی الفت و ملاپ کا ذریعہ ہے اور معاشرۂ انسانی کے بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت و فضیلت کا حامل ہے، نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو.

چنانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت شروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدے کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا، البتہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں اسلام نے جو شرائط مقرر کیں، احکام نافذ کیے اور جو قواعد و ضوابط وضع کیے ہیں وہ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہیں، اسلام نے نکاح میں مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے مگر اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ پسند ایسی نہ ہو جس پر شریعت کی طرف سے ممانعت ہے.

محبّت کی تعریف اور اس کے معانی

محبّت کے معانی:- لفظ محبت کے بہت سے معانی ہیں، لیکن یہاں کچھ ذکر کر دیتے ہیں.

(1) صفاء قلب، یعنی محبت کرنے والے کا دل اپنے محبوب کے لئے بالکل صاف ہو جائے اپنے محبوب میں کوئی عیب اور کوئی نقص نظر ہی نہیں آتا، اس کے عیب بھی خوبی نظر آنے لگیں.

(2) لباب الشیئ و اصلہ، یعنی ساری کائنات محبوب کے سامنے کمتر لگنے لگتی ہے، کہ اگر ساری کائنات بھی ملے تو وہ محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دے.

(3) ایثار، یعنی محبت کرنے والا اپنی جان و مال سب کچھ محبوب کی خوشی پر قربان کر دے.

(4) میل القلب الی المحبوب، یعنی محبت کرنے والے کا دل ہر وقت اپنے محبوب کی یاد میں لگا رہے، اس کا کوئی لمحہ محبوب کی یاد سے خالی نہ ہو.

(5) حبّک الشیئ یعمی و یصم. یعنی کسی کی محبت آپ کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، کہ محبت کرنے والے کو محبوب سے بڑھ کر کوئی حسین نظر نہیں آتا، اور محبوب کی آواز کے سامنے اسے محمد رفیع اور لتا منگیشکر کی آواز بھی کچھ نہیں لگتی. (حدیث، سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل، التاریخ الکبیر للبخاری، وغیرہم)

محبت کی لغوی تعریف:- (1) بعض نے کہا لفظ محبّت "حَبَّۃ" سے بنا ہے، اسی سے "حَبَّۃُ القلب" دل کا کالا دانہ، اس لئے کہ محبت کرنے والے کے دل کے کالے دانے میں محبوب کی محبت پیوست ہو جاتی ہے.

(2) بعض نے کہا لفظ محبّت "حِب" سے بنا ہے، اس کے معنی آتے ہیں پانی سے بھرا ہوا برتن جس میں غیر کی گنجائش نہ ہو، محبت کرنے والے کا دل محبوب کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے، اس میں غیر کی محبت کی بالکل جگہ نہیں ہوتی.

(3) بعض نے کہا لفظ محبّت "حَب" سے بنا ہے، وہ لکڑی کا بنا یا ہوا اسٹینڈ جس پر گھڑا رکھا جاتا ہے، تو محبت کرنے والا ہر حال میں اپنے محبوب کو برداشت کرتا ہے، اس کی طرف سے چاہے جتنے بھی غم ملیں، وہ ہر غم کو ہر ستم کو خوشی سے قبول کرتا ہے، اسی لئے شاعر کہتا ہے.

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں

ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

(4) بعض نے کہا لفظ محبّت "حُبَاب" سے بنا ہے، جس کے معنی آتے ہیں سمندر کی وہ لہریں جو ساحل سے بار بار آکر ٹکراتی ہیں، اسی طرح سے ایک محبت کرنے والا اپنے محبوب کی چوکھٹ پر بار بار آکر ٹکریں مارتا ہے، اسے لاکھ بھگاؤ لیکن وہ اپنے محبوب کی چوکھٹ نہیں چھوڑتا، وہ ہر وقت اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے بے قرار رہتا ہے.

(5) بعض نے کہا لفظ محبّت "احبّ البعیر" سے بنا ہے، جس کے معنی آتے ہیں وہ اونٹ جو اپنی جگہ بیٹھ جائے پھر اٹھے نہ، اسی طرح محبت کرنے والا اپنے محبوب کے در بیٹھ جاتا ہے پھر وہ اٹھنے کا نام نہیں لیتا.

(6) بعض نے کہا لفظ محبّت "حِبَّة" سے بنا ہے، جس کے معنی آتے ہیں صحراء کی وہ جگہ جو بے جان ہو، اسی طرح محبت کرنے والا اپنے محبوب کی یاد میں گھل کر بے جان ہو جاتا ہے اس کے اندر کچھ باقی نہیں رہتا.

اسی طرح "حُب ، حِبَاب ، مَحَبَّة ، حُبَاب ، تَحَابّ" کے بھی یہی معنی آتے ہیں، جس سے محبت کی جائے اسے "محبوب ، مُحَبّ ، حبِیْب ، حُبَّة " بھی کہا جاتا ہے، محبت کرنے والے کو "مُحِبّ" کہتے ہیں.

محبت کی اصطلاحی تعریف:- اصطلاحا بھی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ

لوگوں نے اپنے اپنے حال کے مطابق تعریف کی ہے، کچھ یہاں بیان کر دیتے ہیں.

(1) تڑپتے دل کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے.

(2) تمام وابستہ چیزوں پر محبوب کو ترجیح دینا.

(3) ہر حال میں محبوب کی موافقت کرنا.

(4) محب اور محبوب کی مراد کا ایک ہونا.

(5) محب کا اپنی ہر چیز کو محبوب کے حوالہ کر دینا.

(6) محبوب کے قلیل کو کثیر سمجھنا، اپنے کثیر کو بھی محبوب کی خاطر قلیل سمجھنا.

(7) محبوب کے علاوہ ہر چیز کا خیال دل سے مٹا دینا.

(8) محبوب کی مراد ہی کو اپنی مراد سمجھنا.

(9) محبوب کے ذکر کا محب کے دل پر غالب آنا.

(10) محبت ایسے ارادہ کا نام ہے جو محبوب کی بے وفائی سے کم نہ ہو، اور اس کی بھلائی سے زیادہ نہ ہو.

(11) محبوب کی عزت و آبرو میں کمی پر غصہ آنا، اور اس بات پر طیش میں آنا کہ محبوب کے دل میں اس کے سوا کوئی اور ہو.

(12) ہر سانس میں محبوب کا ذکر آنا.

(13) محبت یہ ہے کہ آپ مکمل طور پر محبوب کی طرف مائل ہو جائیں، اور اپنی جان و مال کو محبوب پر قربان کر دیں.

(14) محبت ایسا سکون ہے جس میں اضطراب نہیں، اور ایسا اضطراب ہے جس میں سکون نہیں، کیونکہ دل محبوب کے شوق میں مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے، اور اس کے پاس آکر قرار پالیتا ہے.

(15) محبت دل کی اس آگ کا نام ہے جو محب کے دل میں ہوتی ہے، اور اس کا دل محبت کی اس آگ میں جل محبوب کے لئے ہر وقت تڑپتا رہتا ہے.

آج کے دور میں محبت کرنے والے پہلے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ان تعریفات میں سے کونسی تعریف انکے حال پر صادق آتی ہے، تب معلوم ہو گا کہ وہ اپنے دعوئ محبت میں کتنے سچے ہیں، پھر ان کو حدود محبت کی حفاظت کرنا بھی نہایت ضروری ہے، جو حدود محبت کی حفاظت نہیں کرتا وہ اپنے دعوئ محبت میں سچا نہیں.

محبت کیسے ہوتی ہے؟

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ محبت ایک فطرتی شیئ ہے اور کوئی شخص اپنی فطرت سے جدا نہیں ہو سکتا.

پھر سادہ سی بات یہ ہے کہ اس جنس مخالف میں قدرت نے کشش رکھی ہے تاکہ انسانی نسل کا تسلسل جاری رہے، اور یہ کشش انسان کو اس کی طرف کھچنے پر مجبور کر دیتی ہے، اس میں پہلا اسٹیج متاثر ہونے کا ہوتا ہے، لیکن ایک مرد یا عورت ہر مخالف جنس کے فرد سے متاثر نہیں ہوتا، ہمیں محبوب کی کوئی خاص صفت پسند آجاتی ہے، جیسے اس کا چہرہ، بات چیت کا انداز، اس کا ہمدردانہ رویہ، انداز تبسّم یا کچھ اور، اس کے بعد جب ہمارا اس شخصیت کے ساتھ انٹرایکشن بڑھتا ہے تو یہ متاثر ہونے کا عمل بار بار ہوتا رہتا ہے، اس کی بنا پر ہمارا دماغ کچھ ہارمونز خارج کرتا ہے جس سے ہمیں اپنے محبوب میں بے انتہا کشش محسوس ہوتی ہے، اس کشش میں ایک بے چینی، اضطراب، پریشانی لیکن ایک میٹھا سا احساس ہوتا ہے، اس کی بنا پر انسان اس محبوب کو حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے.

جس کی ابتدا انسان پہلے کچھ مزاحیہ بات اور دل لگی سے کرتا ہے، لیکن شروع شروع میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبوب کو دیکھ کر پسینہ آنے لگتا ہے، حلق خشک ہو جاتا ہے، اور دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کو اپنے محبوب کے چھننے، نہ ملنے یا ٹھکرائے جانے کا خوف ہوتا ہے، اس خوف اور رسک کی بنا پر اس

کی ایسی حالت ہوتی ہے. اگر وہ کسی طرح ہمت کر کے بتادے اور محبوب انکار کر دے تو وہ اپنی زبان حال سے کہتا ہے کہ "ایک میں ہی نہیں جرم محبت کا خطاوار، ہلکا سا تبسّم بھی تو شامل تھا اُدھر سے.

اور جب محبت کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے تو پھر محبت کرنے والا شخص اپنے محبوب کے خیالوں میں ہی کھویا رہتا ہے، بس بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے، اسے اپنے محبوب کی بری بات بھی اچھی نظر آتی ہے، پھر وہ ایک عام سے شخص کو محبوب بنا کر اسے گویا پوجنے لگ جاتا ہے، وہ کالی لیلی کو بھی دنیا کی حسین ترین عورت سمجھتا ہے.

اسی طرح محبت کا یہ سلسلہ دھیرے دھیرے بڑھ کر اس مقام کو پہونچ جاتا ہے کہ انسان کا کھانا، پینا تقریبا ختم ہو جاتا ہے، راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، بسا اوقات اس کے نتیجہ میں بیماری، جنون، بلکہ موت تک بھی نوبت پہونچ جاتی ہے، اور یہ محبت کا انتہائی درجہ ہے اس سے آگے کچھ نہیں.

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محبت سب کچھ برداشت کرتی ہے لیکن کبھی بھی غیر کی شرکت برداشت نہیں کرتی، اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے کہ

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی ہے غیرت میری

غیر کی ہو کے رہے یا شبِ فرقت میری

محبت کا یہ جذبہ، جنون اور دیوانگی عام طور پر اس وقت تک رہتا ہے جب تک محبوب حاصل نہیں ہو جاتا، بعد میں دھیرے دھیرے کم ہو جاتا ہے، کیونکہ شادی کے بعد جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہوتی ہے، بعض لوگ اسی جذبہ وجنون کی توقع شادی کے بعد بھی کرتے ہیں جو کے ایک نادانی ہے، اس لئے میرا اپنا مشورہ یہ ہے کہ شادی

کے بعد اس طرح کی توقع نہ رکھ کر بلکہ دونوں مل کر ایک پلاننگ بنائیں اور اسی کے مطابق محبت اور ایک دوسرے کے لئے سراپا رحمت بن کر اپنی زندگی گزاریں، ہاں بعض لوگوں کی محبت شادی کے بعد کم بھی ہو جاتی ہے، مگر تب اولاد بیچ میں آجاتی ہے، اور اولاد کی محبت ایک دوسرے کو زندگی بھر کے لئے جوڑے رکھتی ہے. لیکن جب یہی محبت نفرت میں بدل جاتی ہے تو وہی حسین سے چڑیل، اور حور سے ڈائن لگنے لگتی ہے، اور کویل کے کوکنے کی آواز اب زہر معلوم ہوتی ہے، اور پھر اس میں وہ کیڑے نظر آتے ہیں جو محبت کے اندھے پن کی وجہ سے او جھل ہو گئے تھے.

محبت کیوں ہوتی ہے؟

محبت یہ ایک فطری چیز ہے، جو اللہ رب العزت نے صرف انسان ہی نہیں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے اندر فطری طور پر رکھ دی ہے، محبت کے بغیر انسان نہیں رہ سکتا، یہاں تک کہ محبت سے خالی تو اللہ رب العزت کی ذات بھی نہیں ہے، کہ اس نے بھی اپنے بندوں میں سے کچھ کو چن لیتا ہے اور ان سے محبت کرنے لگتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے، "يأتي الله بقوم يحبهم و يحبونه" (المائدة-54) اللہ تعالی ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہونگے، اسی طرح حدیث میں بھی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ کو اپنے کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ جبریل امین سے فرماتا ہے کہ مجھے اپنے فلاں بندے سے محبت ہو گئی ہے اس لئے تو بھی محبت کرنے لگ، اور اہل آسمان میں یہ اعلان کر دے کہ اللہ کو فلاں بندے سے محبت ہو گئی ہے اس لئے اہل آسمان بھی کرنے لگیں، اس کے بعد وہ محبت اہل زمین کے نیچے اترتی ہے، تو وہ رب ہو کر بھی اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے، اور اس نے اپنے بندوں کے اعمال کی قبولیت کی شرط بھی محبت پر رکھی، وہ ویسے تو اپنے بہت سے بندوں سے محبت کرتا ہے، لیکن ان میں سے ایک خاص کو اپنا محبوب بنالیا ہے، اور وہ ہے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات، تو اس کے بندے محبت کے بغیر کیسے رہ

سکتے ہیں، محبت ایک فطری چیز ہے جو خود بخود کسی سے بھی ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو ابھی محبت کے لفظ سے بھی واقف نہیں ہوتا وہ بھی بچپن میں محبت کی طرف بھاگتا ہے، محبت ہی نے لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے، اگر محبت نہ ہوتی تو اولاد آدم بھی نہ ہوتی، اس دور جدید میں محبت کے انداز، طور طریقے کچھ بدل گئے ہیں، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دو محبت کرنے والوں کی دنیا ہمیشہ دشمن رہی ہے، آج اگر کوئی محبت کرتا ہے تو اس کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک اس قدر اذیت ناک ہوتا ہے کہ جس کے بعد شاید ہی کوئی غلطی سے محبت کا نام بھی زبان پر لائے، مگر محبت چیز ہی ایسی ہے جو نہ شکل وصورت کو دیکھتی ہے نہ امیری اور غریبی کو، اگر کسی کو محبت ہو جائے تو وہ اپنی محبت کو پانے کے لئے، دنیا بھر کی پریشانیوں کا سامنا کرتا ہے، زمانہ سے ٹکراتا ہے، بعض لوگ اپنی محبت کو بچانے کے لئے گھر سے بھاگ جاتے ہیں، کچھ گھر سے نکال دیئے جاتے ہیں، جائداد سے عاق کر دیئے جاتے ہیں، اور کچھ کو تو محبت کے جرم کی سزا اپنی موت سے چکانی پڑتی ہے، محبت کا ہو جانا کائنات کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے، اسے دل سے نکال پانا بہت مشکل ہے، جب یہ کام مشکل ہے تو پھر والدین کو یہ بات سوچنی چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کی منشا و رضامندی کو دیکھ کر فیصلہ کریں.

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پہچان کیسے کی جائے کہ کون اپنے دعوۂ محبت میں سچا ہے اور کون جھوٹا؟

اس کو پرکھنے کا آج تک سائنس نے ایسا کوئی تھرمامیٹر تیار نہیں کیا جس سے یہ پتہ لگایا جاسکے، لیکن آزمائش ایسی چیز ہے جس سے انسان کچھ اندازہ لگا سکتا ہے، اور میں سمجھتا ہوں جان سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں ہے، کہ انسان یہ دیکھے کہ کون اس کے لئے اپنی جان دے سکتا ہے، ویسے اس طرح کے دعوے کرنے والے تو بہت مل جائیں گے لیکن اپنے دعوے کو پورا کرنے والے بہت کم، وہ کسی خاص موقع پر ہی دیکھیں کہ کون اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے.

محبت کے درجات:

(1) پہلا درجہ استحسان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والا کسی کو خوبصورت سمجھے یا اس کے اخلاق وعادات کو اچھا سمجھے، اور یہ پہلی نظر میں ہی ہو جاتا ہے.

(2) دوسرا درجہ اعجاب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والا اس خوبصورت چیز یا شخص کے قرب اور ملاقات کا آرزومند ہو جاتا ہے.

(3) تیسرا درجہ کلف ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر اوقات دل میں محبوب کا تصور رہتا ہے.

(4) چوتھا درجہ شغف ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ محب کا کھانا، پینا تقریبا ختم ہو جائے، رات کی نیند اڑ جائے، ہر وقت محبوب کے خیالوں میں گم ہو جائے اسے اپنے وجود کا احساس ہی نہ رہے، بلکہ یہ جنون اسے موت کی حد تک پہونچادے. اور محب یہ تمنّا کرتا ہے "من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی، تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری. مَیں تو ہو جاؤں تو مَیں ہو جا، مَیں جسم ہو جاؤں تو جان ہو جا، تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے مَیں الگ ہوں تو الگ، بلکہ دونوں بھی ایک ہو گئے ہیں، جس کو محاورہ کی زبان میں یوں کہتے ہیں "ایک روح دو قالب".

یہ دنیاوی محبت کی آخری حد ہے اس سے آگے کسی سے محبت کرنا شریعت میں جائز نہیں، کیونکہ اس سے آگے محبت کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے ان کی محبت کی کوئی حد نہیں.

محبّت پر ثبوت

"زین للناس حب الشهوات من النساء" (آل عمران-14)

عورتوں سے خواہشات کی محبت لوگوں کے لئے آراستہ کر دی گئی.

اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ عورتوں سے محبت لوگوں کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے، اس لئے محبت کا ہو جانا عام بات ہے، کیونکہ محبت کی نہیں جاتی بلکہ محبت تو ہو جاتی ہے جو کہ فطری چیز ہے.

حبّب إليّ من الدنيا النساء و الطيب ، و جعل قرة عيني في الصلاة.

(سنن النسائي، ح-3939)

آقا علیہ السلاۃ والسلام نے فرمایا: مجھے دنیا کی (تین چیزوں) سے محبت ہو گئی ہے، عورت، خوشبو، اور نماز جس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے.

اس آیت اور حدیث میں لفظ "النساء" سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ایک انسان عورت کی طرف کتنا زیادہ مائل ہوتا ہے.

وقال نسوة في المدينة امرأت العزيز تراود فتاها عن نفسه قد شغفها حبّا إنّا لنراها في ضلال مبين . (یوسف-30)

اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں سما گئی ہے، ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں.

پھر حدیث "انّما الأعمال بالنيّات" میں بھی یہ ذکر کیا گیا کہ "أو إلى امرأة ينكحها" (متفق علیہ)

یہ حدیث صحاح ستہ کی کل کتب میں آئی ہے اور دیگر بہت سی کتب احادیث میں بھی، اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ ایک صحابی رسول کو مدینہ کی ایک عورت جس کا نام ام قیس تھا اس سے محبت ہو گئی تھی اور وہ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن اس عورت نے نکاح کے لئے شرط کہ رکھی تھی کہ آپ کو مکہ چھوڑنا پڑے گا، لیکن اس

وقت عار کی وجہ سے انہوں نے شرط نہیں مانی، تو جب مسلمانوں نے آقا علیہ السلاۃ والسلام کے ساتھ ہجرت کی تو ساتھ میں یہ بھی شریک ہو لئے، ان کی نیت ہجرت کی نہ تھی بلکہ اس عورت سے نکاح کی تھی، اسی وجہ سے انہیں مہاجر ام قیس کہا جاتا ہے.

لیلی، مجنوں کی محبت کو تو ساری دنیا جانتی ہے، مجنوں کا اصل نام قیس بن الملوح بن مزاحم تھا اپنے وقت مشہور شاعر، عامری خاندان سے تھا، جو عرب کے نجد علاقہ میں 24 ہجری– 645 عیسوی کو پیدا ہوئے، اور 68 ہجری – 688 عیسوی میں وفات پائے، خلیفہ مروان بن حکم اور عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں ان کی زندگی گزری، ان کو لیلی کی محبت میں دیوانگی کے سبب سے مجنوں کہا جانے لگا، مجنوں نے اپنی زندگی ایک مسلمان کے طور پر گزاری اور حالت ایمان ہی پر وفات پائی جس کی نبیاد پر ان کا تابعی ہونا قرین قیاس ہے، مؤرخین اور اہل علم نے ان کے احوال اپنی کتب میں بیان کئے ہیں، جانکاری کے طور پر دیکھ سکتے ہیں،

(تاویل مختلف الحدیث ابن قتیبہ، المنتظم ابن جوزی، الانساب ابن منصور، تاریخ الاسلام شمس الدین ذہبی).

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے انہیں اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے، اور لیلی کا نام لیلی بنت مہدی ابن سعد تھا، لیلی کا معنی رات آتا ہے اور رات کالی ہوتی ہے اس لئے کچھ لوگوں نے لیلی کو ساؤنلی (کالی) بتایا ہے، لیکن یہ سچ ہے کہ وہ بھی عربی النسل تھی، اس لئے اس کا ساؤنلا (کالا) ہونا قرین قیاس نہیں.

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محبت اصلا کوئی بُری چیز نہیں ہے، شریعت کی حد میں رہ کر کی جاسکتی ہے، لیکن لوگوں نے بدقسمتی سے اپنی خواہش نفس کو محبت کا نام دے رکھا ہے، جو کہ محبت کے نام پر دھوکہ اور محبت جیسی پاکیزہ چیز کے اوپر سراسر ظلم ہے.

اس کو ایک آسان سی مثال سے یوں سمجھیں جیسے کہ دو سگے بھائی بہن ہیں اور وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، کیونکہ ہر بھائی اپنی بہن سے محبت کرتا ہے، اسی طرح ہر بہن بھی اپنے بھائی سے محبت کرتی ہے، ایک بھائی

اپنی سگی بہن سے محبت میں کیا ان سب کاموں کو اس کے ساتھ جائز سمجھتا ہے جو کسی لڑکی کے ساتھ محبت میں اپنے لئے روا رکھتا ہے، یا ایک بہن اپنے سگے بھائی سے محبت میں کیا ان کاموں کو جائز سمجھتی ہے جو کسی لڑکے سے محبت میں اپنے لئے روا رکھتی ہے، تو محبت میں شادی سے پہلے اتنا ہی کچھ جائز ہے جتنا ایک بھائی کو اپنی بہن کے ساتھ اور بہن کو اپنے بھائی کے ساتھ جائز ہے، باقی چیز شادی کے بعد اور محبت بھی صرف شادی کی غرض سے ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"لم نری للمتحابين مثل النكاح" دو محبت کرنے والوں کے لئے ہم نکاح کے مثل کچھ نہیں دیکھتے. (سنن ابن ماجة-1847. المستدرك-2677)

محبت کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی تفصیل وہ ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں.

رشتہ کی تلاش اور بات چیت

اسلام میں مرد وعورت کے لئے جنسی لذت کا حصول صرف نکاح میں ہے، اس شریفانہ طریقہ کے علاوہ اور کسی صورت کو جائز قرار نہیں دیا گیا، اس کے لئے پہلے رشتہ کی تلاش کی جاتی ہے پھر مزید بات چیت کر کے اسے آگے بڑھایا جاتا ہے.

رشتہ کی تلاش کے بارے میں فرمان مصطفی ﷺ یہ ہے.

تنكح المرأة لأربع ، لمالها ، ولحسبها ، و لجمالها ، و لدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك . (صحيح البخاري، ح-5090 و صحيح مسلم، ح-1466)

عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے، اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور اس کی دینداری کی وجہ سے، تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھ ندامت لگے.

لا تزوجوا النساء لحسنهنّ، فعسى حسنهنّ أن يرديهنّ، ولا تزوجوهنّ لأموالهنّ، فعسى أموالهنّ أن تطغيهنّ، ولكن تزوجوهنّ على الدين. (سنن ابن ماجة، ح-1859)

تم عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح مت کرو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا حسن انھیں تکبر میں مبتلا

کر کے ہلاک کر دے، اور ان سے مال و دولت کی بناپر بھی نکاح مت کرو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا مال و دولت انہیں سرکش بنادے، لیکن تم دینداری کی بناپر ان سے نکاح کرو.

شارحین فرماتے ہیں یہ حدیث لوگوں کے حال کے مطابق آقا علیہ السلام نے فرمائی ہے، کہ لوگ شادی سے پہلے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں، لوگوں کی نظر سب سے پہلے کسی کے مال پر ٹکی ہوتی ہے، کچھ لوگ اونچا اور بڑا خاندان دیکھتے ہیں، کچھ لوگ خوبصورتی کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں، لیکن پہلی چیز لڑکی کے اندر دینداری دیکھنی چاہیئے، جو آج کے دور میں بہت کم پایا جاتا ہے، پھر لڑکی کے اندر دینداری تلاش نے سے پہلے خود اپنے لڑکے کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ کتنا بڑا دیندار رہے، کیونکہ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ "و الطیبات للطیبین و الطیبون للطیبات" (النور-26) پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں کے لئے ہیں اور پاک دامن مرد پاک دمن عورتوں کے لئے ہیں.

اسی وجہ سے ہر معاشرے میں شادی سے پہلے ہر مرد اور عورت کو جنسی لحاظ سے پاک دامن رہنے کی تلقین کی جاتی ہے، لیکن مغربی معاشرہ اور کچھ دیگر غیر ترقی یافتہ معاشرے مرد و عورت کو جنسی اختلاط کی اجازت دیتے ہیں، اور ان میں شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ راتیں گزارنا عام بات ہے.

اہل یورپ و امریکہ اپنی مذہبی اقدار سے دور جا چکے ہیں اس لئے ان کی تہذیب ایک بالغ شخص کو کھلی چھوٹ دینے کی قائل ہے، کسی قسم کی کوئی بندش یا قید جو اس مرد و عورت کا فاصلہ کرے اس کا کوئی تصور نہیں ہے، ہر طرف جسمانی طور پر لطف اندوزی کا سامان مہیا کیا جارہا ہے، اخلاقی قدروں کی پامالی اس کا حق آزادی شمار کیا جاتا ہے اور حلال و حرام کی پرواہ کیے بغیر مال کمائے تو یہ اس کا معاشی حق تسلیم کیا جاتا ہے، عورت، مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرے تو یہ اس کا تمدنی حق سمجھا جاتا ہے اور مرد و عورت بے راہ روی پر اُتر آئیں تو یہ ان کا جنسی حق تسلیم کیا جاتا ہے، معاشرے کی اکثریت اپنی کسی لذت اور خواہش کی تکمیل کے لئے ایک ناجائز کام کو جائز کرانا چاہے تو یہ حق جمہوریت کی رو سے روا سمجھا جاتا ہے.

الغرض یورپ و امریکہ میں ہر بالغ شخص کو کھلی چھوٹ حاصل ہے کہ وہ جس طریقہ سے چاہے اپنی زندگی گزارے اور جنسی تعلقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے، مگر اسلام میں نکاح کے علاوہ تمام صورتیں ناجائز

اور حرام ہیں، شریعت نے جہاں مرد وعورت کو پسند سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے وہاں یہ بھی بتادیا ہے کہ کن افراد کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے، نکاح کے بغیر مرد کا عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کبیرہ گناہ ہیں، جس کی سزا شادی شدہ کے لئے رجم اور کنوارے کے لئے سو کوڑے ہیں، مگر یورپ وامریکہ میں آج کل بے راہ روی اپنے عروج پر ہے، پسند اور نجی معاملہ کے نام پر غیر فطری عمل اختیار کیے جارہے ہیں، اب کچھ واقعات قلم بند کئے جارہے ہیں جن سے نصیحت حاصل کی جاسکتی ہے.

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کے لئے رسول اللہ ﷺ کو پیغام دیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے حسن معاشرت اور حسن صحبت کی قید لگائی. (رواہ الطبرانی والبزار وصححہ الالبانی)

آپ نے کوئی طویل گفتگو نہ کی، نہ ہی کوئی وعظ فرمایا بلکہ فقط چند ایسے جامع ومانع الفاظ استعمال کئے جن میں وہ سب کچھ آگیا جو ایک باپ اپنے داماد سے اپنی بیٹی کے لئے چاہتا ہے، ایک باپ یہی تو چاہتا ہے کہ جو مرد اس کی بیٹی کا شوہر بنے وہ اس کے ساتھ اچھے انداز میں رہے، اس کے حقوق کی نگرانی وپاسبانی کرے اور اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسن معاشرت کا رویہ اپنائے.

حضرت صعصعہ بن معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ابن الضرری کی بیٹی عمرہ کو پیغام نکاح دیا، یہی عمرہ ہیں جن کو بعد میں تاریخ میں ام عامر بن صعصعہ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی، ابو عمرہ نے صعصعہ کا پیغام نکاح قبول کیا اور ایک مختصر سی نصیحت فرمائی، انہوں نے کہا: صعصعہ تم میرے جگر کا ٹکڑا طلب کرنے آئے ہو، تم میری بیٹی پر رحم کرنا، اس کے ساتھ مہربانی وشفقت سے پیش آنا، اس کے ساتھ باپ کا سا سلوک کرنا.

اس مختصر سی نصیحت میں ابو عمرہ نے بہت کچھ کہہ دیا، انہوں نے یاد دلایا کہ صعصعہ تم کوئی سامان نہیں طلب کرنے آئے ہو بلکہ تم میرے کلیجہ کا ٹکڑا لخت جگر، نور نظر کا سوال کرنے آئے ہو، اگر میں اپنی لخت جگر تمہارے حوالہ کردوں تو اس کا خیال رکھنا، اور اس کے ساتھ رحم وشفقت کا برتاؤ کرنا اور یاد رکھنا کہ ایک شوہر کو باپ کی طرح ہونا چاہیئے، ایک باپ اپنی کے ساتھ سلوک کرتا ہے ایسے ہی ایک شوہر کو بھی کرنا چاہیئے، ایک باپ اپنی بیٹی کی ہر تکلیف اور دکھ درد میں تڑپ جاتا ہے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، عام حالات میں

اس کی خوشی اور راحت وآرام کے لئے ہر سامان مہیا کرتا ہے، اس کے لئے غیرت مند ہوتا ہے، اس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے اور ہر شر و مصیبت سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے، اسی طرح ایک شوہر کو بھی باپ کی طرح غیرت مند، محافظ وپاسبان، حمایت رعایت اور دیکھ ریکھ کرنے والا، دکھوں اور مصیبتوں میں تڑپ جانے والا، اپنی طاقت بھر ہر طرح کا آرام پہنچانے والا ہونا چاہیئے.

حضرت عثمان بن عنبسہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عقبہ کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا، عقبہ ان کے چچا تھے اور منگیتر ان کی چچیری بہن، عقبہ نے عثمان سے کہا: بھتیجے تم میرے نہایت قریبی اور عزیز ہو، میں تمہاری طلب کیسے رد کر سکتا ہوں اور تمہیں خالی ہاتھ کیسے واپس لوٹا سکتا ہوں، لیکن میری ایک بات سنو! یاد رہے جس طرح تم میرے عزیز ہو ویسے ہی وہ بھی میرے جگر کا ٹکڑا ہے، تم اس کی عزت کرنا، اس کی توہین سے بچنا، ہر جگہ اس کے باپ، اس کے بھائیوں اور اہل خاندان کی تعریف کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری عزت ہماری نظروں میں اور بڑھ جائے گی اور تمہارا قد اور اونچا ہو جائے گا، اس کے بر خلاف اگر تم نے ہماری بے عزتی وبدنامی کی تو تمہاری عزت ہماری نظروں میں گر جائے گی، اور تمہاری شخصیت بھی داغدار ہو جائے گی.

مردوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کسی بھی ایسی عورت سے شادی کر سکتا ہے جو نہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور نہ وقتی کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو، قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے.

ارشاد ربانی ہے.

فانکحوا ما طاب لکم من النساء. (النساء-3)

تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آجائے اس سے نکاح کر لو.

بلکہ نکاح سے پہلے مرد کا اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے، احادیث میں نہایت صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ملتا ہے و حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل قال فخطبت جارية فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها و تزوجها فتزوجتها. (سنن ابي داؤد، ح-2082)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہو اس کو ایک نظر دیکھ لے اس کے بعد نکاح کرے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور میں نے اس کو چھپ کر ایک نظر دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز پائی جو نکاح پر رغبت کا سبب بنی پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا.

بلکہ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں جن میں نکاح سے قبل عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے.

عن مغيرة بن شعبة أنه خطب امرأة فقال: النبي انظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما. (جامع الترمذي، ح-1087 و سنن النسائي، ح-3235 و سنن ابن ماجة، ح-1866)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا، تو نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: پہلے اس کو ایک نظر دیکھ لو، کہ پہلے سے ایک نظر ڈال لینا تم دونوں کے درمیان الفت و محبت میں اہم کردار ادا کریگا.

عن أبي هريرة قال : خطب رجل امرأة من الأنصار فقال له رسول الله إذهب فانظر إليها فإن في أعين الأنصار شيئا. (صحيح مسلم، ح-1424 و سنن النسائي، ح-3234)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے انصاری عورت سے شادی کا فیصلہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ اس کو ایک نظر دیکھ لو کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے.

عن أنس أن المغيرة بن شعبة خطب امرأة فقال النبي إذهب فانظر إليها فإنه أجدر أن يؤدم بينكما. (سنن ابن ماجة، ح-1865 و صحيح ابن حبان، ح-4043 و المستدرك للحاكم، ح-2697)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک

عورت کو پیغام نکاح دیا، تو نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: جاؤ اسے ایک نظر دیکھ لو، کہ پہلے سے ایک نظر ڈال لینا تم دونوں کے درمیان الفت و محبت میں اہم کردار ادا کریگا.

عن محمد بن سلمة قال : خطبت امرأة فجعلت أتخبأ لها حتى نظرت إليها في نخل لها فقيل : أ تفعل هذا و أنت صاحب رسول الله ؟ فقال : سمعت رسول الله يقول : إذا ألقى الله في قلب امرئ منكم خطبة امرأة فلا بأس أن ينظر إليها.

(سنن ابن ماجة، ح-1864 و صحيح ابن حبان، ح-4042)

حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا، پھر میں چپکے سے اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے اس پر ایک نظر ڈال ہی لی جب وہ اپنے کھجور کے باغ میں تھی، کسی نے ان سے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب اللہ تعالی کسی مرد کے دل میں ڈال دے کہ وہ کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے تو ایک نظر اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے.

عن أبي حميد الساعدي قال : قال رسول الله إذا خطب أحدكم امرأة فلا جناح عليه أن ينظر إليها. (مسند أحمد بن حنبل، ح-24001،24000 و المعجم الأوسط، ح-911)

حضرت محمد ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے تو ایک نظر اسے دیکھ لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے.

امام ابن بطال رحمہ اللہ (م-449ھ) لکھتے ہیں.

ففي هذه الأحاديث إباحة النظر إلى وجه المرأة لمن أراد نكاحها.

(شرح صحيح البخاري لإبن بطال، ج-7 / ص-237)

پس ان احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے.

جمہور کی رائے

جمہور علماء کے نزدیک قبل از نکاح مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے.

امام ابن بطال رحمہ اللہ (م-449ھ) لکھتے ہیں.

ذهب جمهور العلماء إلى أنه لا بأس بالنظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها.

(شرح صحيح البخاري لإبن بطال، ج-7 / ص-236)

جمہور علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب کسی عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے.

محی الدین امام نووی رحمہ اللہ (م-676ھ) مخطوبہ عورت کی طرف نظر کے جواز والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں.

وفيه استحباب النظر إلى وجه من يريد تزوجها وهو مذهبنا و مذهب مالك و أبي حنيفة و سائر الكوفيين و أحمد و جماهير العلماء.

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج-9 / ص-210)

اور اس حدیث میں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنا اس شخص کے لئے مستحب ہے جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہو اور یہی مذہب ہمارا (شوافع کا) ہے اور (امام) مالک اور (امام) ابو حنیفہ اور تمام کوفہ (کے اہل علم) اور (امام) احمد سمیت جمہور علماء کا ہے.

امام عبد الرحمن ابن قدامہ المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ (م-682ھ) لکھتے ہیں.

قال شيخنا لا نعلم بين أهل العلم في إباحة النظر إلى المرأة لمن أراد نكاحها خلافا. (الشرح الكبير لإبن قدامة، ج-20 / ص-28)

ہمارے مشائخ نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہو اس عورت کی طرف نظر کے جائز ہونے کے بارے میں جس سے کوئی شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو.

مخطوبہ عورت کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے:

احادیث مذکورہ اس بارے میں نص ہیں کہ یہ نظر صرف ان اعضاء کی طرف ہو سکتی ہے جو ستر میں داخل نہیں ہیں مثلاً چہرہ اور ہتھیلیاں، اور جمہور کا یہی مذہب ہے، کیونکہ جو اعضاء ستر میں شامل ہیں انکی طرف دیکھنا مرد ہی نہیں بلکہ ایک عورت کے لئے دوسری عورت کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خاطب لڑکی کے اولیاء سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ لڑکی کو اس کے سامنے لایا جائے، اس لیے کہ اس میں اولیاء کی ذلت ہے، اور ایسے مباح کام جن میں کسی کی ذلت ہو سکتی ہو وہ جائز نہیں ہوتے، اور نہ ہی عورت کو مطلع کرتے ہوئے دیکھا جائے اس لیے کہ ایسے معاملات میں عورتوں کو حیا آتی ہے اور اس طرح سے اجنبی مرد کی نظر عورت کے دل پر گراں گزرتی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے عورتوں کی جبلت میں غیرت رکھی ہے، بہر کیف چپکے اور خفیہ طریقے سے مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے، اور اس قسم کی نظر میں چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھی جا سکتی ہیں.

مخطوبہ عورت کو نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت میں شریعت کی حکمت:

شریعت اسلامیہ کا قبل از نکاح مخطوبہ عورت کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ پیغام نکاح دینے والے مرد کے دل میں الفت و محبت کے جذبات پیدا ہوں اور وہ اس عورت کو اپنی پسند اور رضا سے اپنائے تا کہ بعد میں ناپسندیدگی کی وجہ سے ندامت و شرمندگی کا سامنا نہ ہو.

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (م-970ھ) لکھتے ہیں.

و نظره إلى مخطوبة قبل النكاح سنة فإنه داعية للألفة.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج-3 / ص-144)

اور مخطوبہ عورت کی طرف نکاح سے قبل دیکھنا سُنت ہے پس بے شک یہ دیکھنا محبت کی طرف داعی ہے.

حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م-1186ھ) لکھتے ہیں.

السبب في استحباب النظر إلى المخطوبة أن يكون التزوج على رؤية و أن يكون

أبعد من الندم الذي يلزمه ان اقتحم فى النكاح و لم يوافقه.

(حجة الله البالغة، ج-2 / ص-192)

مخطوبہ عورت کی طرف دیکھنے کے مستحب ہونے کا سبب یہ ہے کہ شادی غور و فکر سے ہو اور وہ اس ندامت سے دور رہے جو اس کو نکاح کرنے کے بعد لاحق ہوگی، اگر وہ شادی اسے موافق نہ آئی۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے کی اجازت دینا اسی لئے ہے تاکہ اس کی محبت میں اضافہ ہو اور زندگی پر سکون و خوشگوار گزرے۔

اور اہم بات یہ کہ جمہور فقہاء کے نزدیک مخطوبہ عورت کو دیکھنے کے لئے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ چپکے سے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر اطلاع کیے دیکھا جا سکتا ہے، اس لئے کہ احادیث میں بھی عورت کی اجازت کے ساتھ دیکھنے کا ذکر نہیں ہے اور اس کی حکمت یہی ہو سکتی ہے کہ اگر اس کو اطلاع کیے بغیر دیکھ لیا اور وہ پسند نہ آئی تو اسے ٹھکرائے جانے پر تکلیف اور اذیت نہیں ہوگی۔

مندرجہ بالا اہل علم کے اقوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ نکاح سے قبل مرد کو عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنے کی اجازت دینا اسی لئے ہے تاکہ وہ پسند کی شادی کر سکے اور بعد میں ناپسندیدگی کی تلخیاں اس کی زندگی میں زہر نہ گھول سکیں، شریعت اسلامیہ چاہتی ہے کہ رشتہ نکاح ایک مضبوط و مستحکم رشتہ ہو اس لئے وہ ابتداءً ہی کچّے دھاگے کی طرح ٹوٹنے والے رشتہ کے تمام دروازوں کو بند کر دیتی ہے، اس لئے اس لڑکی کو نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت دی گئی، بلکہ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی کہ جس کو پیغام نکاح دیا جائے پہلے اس کو دیکھ لیا جائے۔

لیکن مغربی تہذیب تو اس بات کی اجازت دے رہی ہے کہ مرد و عورت کو نکاح سے قبل ایک دوسرے کے ساتھ ایک عرصہ تک وقت بھی گزارنا چاہیے اور باہم پیار و محبت کے تعلقات رکھنا چاہیے، تاکہ اچھی طرح ایک دوسرے کی طبیعت اور مزاج کا علم ہو جائے، مگر اسلام اس طرح کے تعلقات کو بے حیائی اور کبیرہ گناہ قرار دیتا ہے۔

عورتوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامیہ نے جس طرح مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا ویسے ہی عورت کو بھی دیا ہے، کہ وہ شادی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب کر سکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہیں ہے، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے.

ارشاد بانی ہے.

حتّی تنکح زوجا غیرہ. (البقرة-230)

یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے.

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا.

و إذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن فلا تعضلوهنّ أن ینکحن أزواجهنّ. (البقرة-232)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو.

چنانچہ ان آیات کے پیش نظر فقہاء احناف کی یہ رائے ہے کہ عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس مسئلہ کو واضح کرتی ہے کہ عورتوں کی پسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا نکاح کیا جائے اور بالغہ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا.

لاتنکح الأیم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن قالوا یا رسول الله و کیف إذنها قال أن تسکت. (صحيح البخاري، ح-5136 و صحيح مسلم، ح-1419)

بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ کنواری کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کنواری کی اجازت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے.

بلکہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا.

عن خنساء بنت خدام الأنصارية أن أباها زوّجها و هي ثيب فكرهت ذالك فأتت رسول الله صلى الله عليه و سلم فردّ نكاحها.

(صحيح البخاري، ح-6945،5138 وسنن أبي داؤد، ح-2101 و النسائي فى الكبرى، ح-5362)

حضرت خنسا بنت خدام انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میرے والد نے ایک جگہ میرا نکاح کر دیا اور میں ثیبہ تھی اور مجھے وہ نکاح منظور نہ تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے میرا نکاح فسخ کر دیا.

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے.

عن ابن عباس ؛ أنّ جارية بكرا أتت النبي ﷺ فذكرت له أن أباها زوّجها و هي كارهة ، فخيرها النبي ﷺ.

(سنن أبي داؤد، ح-2096 و سنن ابن ماجة، ح-1875 و النسائي فى الكبرى، ح-5366)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیا. (یعنی اگر وہ چاہے تو نکاح کو باقی رکھے چاہے تو فسخ کر دے).

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے.

أنّ عمر بن الخطاب قال يعمد أحدكم إلى بنته فيزوّجها القبيح إنّهنّ يحببن ما تحبّون. (المصنف لعبد الرزاق، ح-10339)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی شادی بد صورت آدمی سے کرا دیتا ہے (ایسا نہ کرو) بے شک وہ عورتیں بھی وہی پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو.

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔

لا يكرهن أحدكم ابنته على الرجل القبيح فإنّهنّ يحببن ما تحبّون.

(تاريخ المدينة المنورة لإبن شبة، ج-2 / ص-769)

تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کو بدصورت آدمی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرے پس بے شک وہ عورتیں بھی وہ پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔

علامہ شرف الدین موسیٰ الحجاوی المقدسی رحمہ اللہ (م۔968ھ) ابن جوزی رحمہ اللہ (م۔597ھ) کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال ابن الجوزي في (كتاب النساء، ص-203) و يستحب لمن أراد أن يزوّج ابنته أن ينظر لها شابا مستحسن الصورة ولا يزوّجها دميما و هو القبيح.

(الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج-3 / ص-157)

ابن جوزی رحمہ اللہ نے کتاب النساء میں کہا اس آدمی کے لئے مستحب ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرے کہ وہ اس کے لئے اچھی شکل وصورت والا نوجوان دیکھے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے نہ کرائے۔

معلوم ہوا عورت کے جذبات اور احساسات کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی شادی کی جائے۔

نکاح سے قبل مخطوبہ عورت کے لیے خاطب کو دیکھنے کی اجازت:

فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو عورت نکاح سے قبل دیکھ سکتی ہے۔

امام ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (م۔476ھ) لکھتے ہیں۔

و يجوز للمرأة إذا أرادت أن تتزوّج برجل أن تنظر إليه لأنّه يعجبها من الرجل ما يعجب الرجل منها. (المهذب في الفقه الشافعي، ج-4 / ص-114)

اور جائز ہے عورت کے لئے جب وہ کسی آدمی سے شادی کا ارادہ کرے کہ دیکھے اس کی طرف، اس لئے کہ پسند آئے گی اس کو مرد میں سے وہ چیز جو پسند آتی ہے مرد کو عورت سے۔

فقہاء احناف ومالکیہ اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے کہ نکاح سے قبل عورت پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھ لے. معلوم ہوا نکاح سے پہلے عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھے تا کہ بعد میں ناپسندیدگی ازدواجی زندگی پر اثر انداز نہ ہو.

ولی کی اجازت کے بغیر عورت کی شادی کا شرعی حکم

عصر حاضر میں پسند کی شادی کا رجحان روز بروز بڑھتا جارہاہے، بہت سے واقعات ایسے آرہے ہیں کہ جن میں مرد وعورت اپنی پسند سے اپنے اولیاء اور بزرگوں کو اعتماد میں لے کر "لو میرج" کر رہے ہیں، یہ ان کا شرعی حق ہے جس کی شریعت تائید کرتی ہے مگر بہت سارے واقعات ایسے بھی ہیں کہ مرد وعورت نے اپنے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرلی اور بعد میں پکڑے جانے پر انہیں بے دردی سے قتل کر دیا گیا، جیسا کہ آج کل اخبارات میں اس قسم کی خبریں کثرت سے سامنے آرہی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کوئی لڑکی گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرتی ہے تو یہ شادی شریعت کی نگاہ میں کیسی ہے؟

اس مسئلہ کو اس طرح سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ عاقلہ وبالغہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر خود کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں "حکم النکاح بعبارۃ النساء" (عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کا حکم) اس مسئلہ میں حنفیہ اور جمہور فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک "عبارت النساء" سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک ''عبارۃ النساء'' سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ ولی کی " تعبیر " ضروری ہے.

ائمہ کا تفصیلی موقف درج ذیل ہے.

احناف کا موقف:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر الروایت کے مطابق عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک اور روایت ہے کہ ولی کی رضامندی ضروری ہے، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا، اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نکاح منعقد نہیں ہو گا.

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ (م۔593ھ) لکھتے ہیں.

و ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها و إن لم یعقد علیها ولي بکرا کانت أو ثیبا عند أبي حنیفة وأبي یوسف في ظاهر الروایة، و عن أبي یوسف أنّه لاینعقد إلا بولي ، و عند محمد ینعقد موقوفا. (الهدایة شرح بدایة المبتدي، ج-2 / ص-31)

اور عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ ولی نے اس پر عقد نہ کیا ہو باکرہ ہو یا ثیبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر الروایت میں، اور امام ابو یوسف سے (غیر ظاہر الروایت میں) مروی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہو گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک موقوف ہو کر منعقد ہو گا.

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک عاقلہ و بالغہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی شیخین کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا.

چنانچہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ (م۔593ھ) لکھتے ہیں.

و یروي رجوع محمد إلی قولهما. (الهدایة شرح بدایة المبتدي، ج-2 / ص-33)

اور روایت کیا گیا امام محمد رحمہ اللہ کا رجوع شیخین کے قول کی طرف.

احناف کے دلائل:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت براہ راست عورت کی طرف کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، جیسا کہ دو آیتیں پیچھے گزر گئی ہیں. پہلی آیت ہے.

حتّى تنكح زوجا غيره . (البقرة-230)

اس آیت کے تحت امام کاسانی رحمہ اللہ (م۔587ھ) لکھتے ہیں.

إنّه أضاف النكاح إليها فيقتضي تصور النكاح منها. (بدائع الصنائع، ج-3 / ص-372)

بے شک نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ نکاح عورت سے متصور (منعقد) ہو سکتا ہے.

اور دوسری آیت ہے.

وإذا طلقتم النّساء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ. (البقرة-232)

امام کاسانی رحمہ اللہ (م۔587ھ) اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

إنّه أضاف النكاح إليهنّ فيدلّ على جواز النكاح بعبارتهنّ من غير شرط الولي.

(بدائع الصنائع، ج-3 / ص-373)

بے شک نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہو رہی ہے جو ولی کی شرط کے بغیر عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کے جواز پر دلالت کرتی ہے.

اسی طرح قرآن مجید میں ان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کو نبی کریم ﷺ اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے.

وامرأة مؤمنة إن وهبت نفسها للنبي إن أراد النبي أن يستنكحها. (الأحزاب-50)

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں، (وہ بھی حلال ہے).

امام کاسانی رحمہ اللہ (م۔587ھ) لکھتے ہیں.

فالآية الشريفة نص على انعقاد النكاح بعبارتها. (بدائع الصنائع، ج-3 / ص-372)

پس آیت مبارکہ عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہونے پر صریح ہے.

شمس الدین سرخسی رحمہ اللہ (م۔483ھ) نے حضرت علیؓ کے ایک فیصلہ کو ذکر کیا ہے جو اس مسئلہ میں حنفیہ کی مضبوط دلیل ہے.

إن امرأة زوجت ابنتها برضاها فجاء اولياؤهما فخاصموها إلى علي فأجاز النكاح و في هذا دليل على أن المرأة إذا زوجت نفسها أو امرت إلى غير الولي أن يزوجها فزوجها جاز النكاح و به أخذ ابو حنيفة سواء كانت بكرا أو ثيبا إذا زوجت نفسها جاز النكاح في ظاهر الرواية. (المبسوط للسرخسي، ج-5 / ص-10)

ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی اس کی رضامندی سے کر دی تو اس کے اولیاء مقدمہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورت نے اپنی شادی کی یا غیر ولی کو حکم دیا کہ وہ اس کی شادی کرادے اور اس نے شادی کرادی تو نکاح جائز ہو گا، اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے لیا ہے، چاہے اپنا نکاح کرنے والی عورت باکرہ ہو یا ثیبہ جب اس نے خود شادی کر لی تو اس کا نکاح جائز ہو گا ظاہر الروایت کے مطابق.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے.

ليس للولي مع الثيب أمر. (سنن أبي داؤد، ح-2100 و سنن النسائي، ح-3263)

ثیبہ کے معاملہ میں ولی کو کوئی اختیار نہیں ہے.

امام کاسانی رحمہ اللہ (م۔587ھ) لکھتے ہیں.

و هذا قطع ولاية الولي عنها. (بدائع الصنائع، ج-3 / ص-373)

اور یہ حدیث ولی کی ولایت کو عورت سے ختم کر رہی ہے.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا.

الأيم أحق بنفسها من وليها. (صحيح مسلم، ح-1421 و جامع الترمذي، ح-1108 و سنن أبي داؤد،

ح-2098 و سنن النسائي، ح-3261،3260 و سنن ابن ماجة، ح-1870)

بغیر نکاح والی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے.

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ(م-490ھ) لکھتے ہیں.

و الأيم إسم لإمرأة لا زوج لها بكرا كانت أو ثيبا و هذا هو الصحيح عند أهل اللغة. (المبسوط للسرخسي، ج-5 / ص-12)

اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اور یہی مطلب اہل لغت کے یہاں صحیح ہے

یہ حدیث حنفیہ کے موقف پر بڑی وزنی دلیل ہے.

عقلی دلیل:

عاقلہ وبالغہ عورت کے اپنی مرضی سے کیے گئے نکاح کے جائز ہونے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے، اس لیے کہ وہ عقل وشعور والی ہے اور غلط و صحیح میں امتیاز کر سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے وہ جیسے مرضی استعمال کرے اسی طرح زندگی اس نے گزارنی ہے تو اسے شوہر کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہو گا.

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ (م-593ھ) لکھتے ہیں.

و وجه الجواز انها تصرفت في خالص حقها و هي من أهله لكونها عاقلة مميزة و لهذا كان لها التصرف فى المال و لها اختيار للزواج.

(الهداية شرح بداية المبتدي، ج-2 / ص-32)

اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے، اور وہ تصرف کی اہل بھی ہے اس لیے کہ عاقلہ ممیزہ ہے، اور اسی وجہ سے اسے مال میں تصرف کا اختیار ہے، تو اسے شوہروں کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہے.

چنانچہ ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر فقہائے احناف کے نزدیک عاقلہ وبالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جائے گا.

ولی کی وساطت:

حنفیہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایسے اقدامات خود کرنے کی بجائے اولیاء کی وساطت سے طے کریں تاکہ عورتوں کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو، کیونکہ عورتوں میں اللہ تعالی نے شرم وحیاء کا مادہ مردوں سے زیادہ رکھا ہے ان کو مردوں کی محافل اور مجالس میں اس قسم کی گفت وشنید میں حیاء آئے گی اور اگر وہ جرات کرکے ایسا کرلیں تو لوگ ان کو بے حیا کہیں گے، جو کہ ایک عورت کے وقار کے خلاف ہے.

چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (م۔970ھ) مصری لکھتے ہیں.

و إنما يطالب الولي بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة و لذا كان المستحب في حقها تفويض الأمر إليه. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج-3 / ص-193)

اور بے شک مطالبہ کیا جاتا ہے ولی سے نکاح کرنے کا تاکہ اس عورت کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ ہو، اور اسی لیے عورت کے حق میں مستحب ہے کہ اس کا معاملہ ولی کے سپرد کیا جائے.

کفو کا لحاظ:

حنفیہ کے یہاں عاقلہ وبالغہ عورت کا اپنی پسند سے کیا ہوا وہی نکاح منعقد ہوگا جو اس نے اپنے "کفو" میں کیا ہوگا، تاکہ اس کے اولیاء کے لیے باعث ذلت وعار نہ ہو، اگر اس نے "غیر کفو" میں نکاح کیا تو وہ منعقد نہیں ہوگا.

امام زیلعی رحمہ اللہ (م۔743) لکھتے ہیں.

و عن أبي حنيفة و أبي يوسف أنّه لا يجوز في غير الكفوء لأن كثيرا من الأشياء لا يمكن دفعه بعد الوقوع و اختار بعض المتأخرين الفتوى بهذه الرواية لفساد الزمان. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج-2 / ص-117)

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہ ہو گا، اس لئے کہ بہت سے ایسے معاملات ہیں واقع ہو جانے کے بعد جن کا حل کرنا ممکن نہیں ہوتا، اور بعض متاخرین نے زمانہ کے فساد کی وجہ سے اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے.

علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ (م۔970ھ) لکھتے ہیں.

إن كان الزواج كفئا نفذ نكاحها و إلا فلم ينعقد أصلا ، و في المعراج معزيا إلى قاضي خان و غيره و المختار للفتوى في زماننا.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج-3 / ص-194)

اگر عورت کا شوہر اس کے ہم پلہ ہو تو اس کا نکاح نافذ ہو جائے گا ورنہ بالکل نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گا، اور معراج میں قاضی خان وغیرہ کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے ہے، ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لئے یہی بات پسندیدہ ہے.

البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس غیر کفو میں نکاح سے رضامند ہوں تو پھر وہ نکاح صحیح ہے، احناف کے اس موقف کی روشنی میں جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں.

عاقلہ وبالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے خود نکاح کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اس کے "کفو" میں ہو.

غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہو گا.

غیر کفو میں اگر اولیاء اپنی رضامندی سے نکاح کر دیں تو وہ درست ہو گا.

عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خود ایسے اقدام نہ کریں بلکہ اولیاء کو واسطہ بنائیں تاکہ ان کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو.

جمہور کا موقف:

جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی کی "تعبیر" کے بغیر ہو درست نہ ہو گا، اس لیے کہ نکاح سے مقصود مقاصد نکاح ہوتے ہیں اگر ان کو عورتوں کے حوالے کر دیا جائے تو ان میں خلل واقع ہو گا اور وہ پوری طرح حاصل نہ ہوں گے، اس لیے کہ عورتوں کی عقل ناقص ہے. (الهداية شرح بداية المبتدي، ج-2 / ص-32)

اس مسئلہ میں جمہور کا موقف تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے.

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن رشد الجد رحمہ اللہ (م۔520ھ) لکھتے ہیں.

إن النكاح لا يصح إلا بولي و لا ينكح المرأة إلا وليها.

(المقدمات المهدات، ج-1 / ص-471)

ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو گا۔ اور عورت نکاح نہ کرے مگر اپنے ولی کے ذریعے.

شوافع کا موقف:

امام ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (م۔476ھ) لکھتے ہیں.

لا يصح النكاح إلا بولي فإن عقدت المرأة لا يصح.

(المهذب في الفقه الشافعي، ج-4 / ص-118)

ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو گا، پس اگر عورت نے عقد کر لیا تو صحیح نہ ہو گا.

امام ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر العمرانی رحمہ اللہ (م۔558ھ) لکھتے ہیں.

قال الشافعي قد دل كتاب الله تعالى و سنة رسوله ﷺ على أن حتما على الولياء إن يزوجوا الحرائر البوالغ إذا أردن النكاح.

(البيان في مذهب الإمام الشافعي، ج-9 / ص-152)

امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا تحقیق اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اس بات پر رہنمائی کرتی ہے کہ اولیاء پر لازم ہے وہ بالغہ آزاد عورتوں کی شادی خود کرائیں جب وہ عورتیں نکاح کا ارادہ کریں.

حنابلہ کا موقف:

شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمہ اللہ (م۔620ھ) لکھتے ہیں.

فإن عقدت المرأة لنفسها أو لغيرها بإذن وليها أو بغير إذنه لم يصح.

(الكافي في فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج-3 / ص-9)

پس اگر عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا یا کسی اور عورت کا ولی کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے نکاح کر دیا تو وہ نکاح صحیح نہ ہو گا.

جمہور فقہاء کے دلائل:

وانكحوا الأيامى منكم. (النور-32)

اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں.

ولا تنكحوا المشركين حتّى يؤمنوا. (البقرة-221)

تم اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں.

ان مذکورہ بالا آیات میں اولیاء کو متوجہ کر کے خطاب کیا گیا ہے معلوم ہوا اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح درست نہ ہو گا.

وإذا طلقتم النّساء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ. (البقرة-232)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو.

امام ماوردی رحمہ اللہ (م۔450ھ) لکھتے ہیں.

قال و هذه أبين آية في كتاب الله تعالى دلالة على أن ليس للمرأة أن تتزوج بغير ولي. (الحاوي الكبير، ج-9 / ص-37)

امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا اللہ تعالی کی کتاب میں یہ آیت بڑی وضاحت سے اس مسئلہ پر دلالت کر رہی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر ولی کے شادی کرے.

علامہ ابن رشد مالکی الحفید رحمہ اللہ (م۔595ھ) اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

و هذا خطاب للأولياء لو لم يكن لهم حق في الولاية لما نهوا عن العضل.

(بداية المجتهد و نهاية المقتصد، ج-3 / ص-21)

اور یہ خطاب اولیاء کو ہے، اور اگر ان کو حق ولایت حاصل نہ ہوتا تو انہیں عورتوں کو منع کرنے کی نہی نہ ہوتی.

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد ہو سکتا ہے تو اولیاء کو نکاح سے منع کرنے کا اختیار نہ رہا اس صورت میں قرآن کریم کی نہی کا کوئی مطلب نہ ہوا.

الرجال قوامون على النساء. (النساء-34)

مرد عورتوں پر حاکم (محافظ) ہیں.

امام قرطبی رحمہ اللہ (م۔671ھ) لکھتے ہیں.

فقد تعاضد الكتاب و السنة على أن لا نكاح إلا بولي. (الجامع لأحكام القرآن، ج-3 / ص-73)

تحقیق قرآن و سنت اس بات کی موید ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہ ہو گا.

قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ ہے جب حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا.

قال إنّي أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين. (القصص-27)

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں.

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں.

و فيه عرض الولي ابنته على الرجل و هذه سنّة قائمة.

(الجامع لأحكام القرآن، ج-13 / ص-271)

اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ ولی اپنی بیٹی کو مرد پر پیش کرے (پیغام نکاح دے) اور یہی سنت رائج ہے.

اور آگے مزید امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں.

و في هذه الآية دليل على النكاح إلى الولي لاحظ للمرأة فيه.

(جامع لأحكام القرآن، ج-13 / ص-271)

اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کا معاملہ ولی کے سپرد ہے اور عورت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا.

لا نكاح إلا بولي. (جامع الترمذي، ح-1101 و سنن أبي داؤد، ح-2085 و سنن ابن ماجة، ح-1881،1880)

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو گا.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا.

أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل.

(جامع الترمذي، ح-1102 و سنن أبي داؤد، ح-2083 و سنن ابن ماجة، ح-1879)

جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے.

اس پوری بحث سے معلوم ہوا جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنی پسند اور مرضی سے خود نکاح نہیں کر سکتی اور اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا.

جمہور فقہاء کے دلائل کے جوابات:

و انکحوا الأیامی منکم. (النور-32)

اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں.

اس آیت میں اولیاء کو نکاح کرانے کا حکم ہے، احناف کا موقف بھی یہی ہے کہ اولیاء کی وساطت سے امور نکاح طے ہونے چاہییں، اس میں تو اختلاف نہیں ہے، اور اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عاقلہ وبالغہ نے اپنا نکاح خود کرلیا تو وہ منعقد ہو گا یا نہیں؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لہذا جمہور کا استدلال تام نہ ہوا.

"أیامی، أیم" کی جمع ہے جو ہر اس مرد وعورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کا نکاح موجود نہ ہو، خواہ اول ہی سے نکاح نہ کیا ہو، یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت سے یا طلاق سے نکاح ختم ہو چکا ہو، ایسے مردوں وعورتوں کے نکاح کے لیے ان کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے نکاح کا انتظام کریں، آیت مذکورہ سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہے کہ نکاح میں اولیاء کا واسطہ ہونا چاہیے باقی یہ صورت کہ کوئی بلاواسطہ اولیاء نکاح کرے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ تو یہ آیت قرآن اس سے ساکت ہے، خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ لفظ "أیامی" میں بالغان مرد وعورت دونوں داخل ہیں، اور بالغ لڑکوں کا نکاح بلاواسطہ ولی سب کے نزدیک صحیح ہو جاتا ہے، اس کو کوئی باطل نہیں کہتا، اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ لڑکی بالغ اگر اپنا نکاح خود کرے تو وہ بھی صحیح اور منعقد ہو جائے گا، ہاں خلاف سنت کام پر ملامت دونوں کی کی جائے گی.

و لا تنکحوا امشرکین حتّی یؤمنوا. (البقرة-221)

تم اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں.

یہ آیت بھی جمہور کے موقف پر محکم نہیں ہے، اس میں اولیاء کو نکاح کرانے کا کہا جارہا ہے، اولیاء کی وساطت سے نکاح کو حنفیہ بھی مستحب کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ عاقلہ وبالغہ اگر اپنا نکاح خود کرلے تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لہذا استدلال مکمل نہ ہوا.

یہ آیت منسوخ ہے.

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (م۔855ھ) لکھتے ہیں.

یہ آیت کریمہ منسوخ ہے اور ناسخ یہ آیت ہے.

و المحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم. (المائدة-5)

اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی.

اور نیز اس میں خطاب عام ہے جو اولیاء کو بھی شامل ہو سکتا ہے اور غیر اولیاء (اولو الامر) کو بھی شامل ہو سکتا ہے تو استدلال تام نہ ہوا. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج-20 / ص-121)

وإذا طلقتم النّساء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ. (البقرة-232)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو.

اس آیت سے بھی جمہور فقہاء کا استدلال نامکمل ہے، اس آیت میں واضح خطاب ان شوہروں کو ہو رہا ہے جو اپنی بیویوں کو طلاق کے بعد ان کی مرضی سے نکاح کرنے سے روکتے تھے.

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ (م۔855ھ) لکھتے ہیں.

لا يتم الإستدلال به لأن ظاهر الكلام أن الخطاب لأزواج الذين يطلقون نساءهم ثم يعضلونها بعد انقضاء العدة تاثما و لحمية الجاهلية لا يتركونهن يتزوجهن من شئن من الأزواج. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج-20 / ص-121)

اس آیت کریمہ سے استدلال تام نہیں ہے، اس لیے کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں ان خاوندوں کو

خطاب ہے جو اپنی عورتوں کو طلاق دے دیتے، پھر عدت گزرنے کے بعد جاہلیت کے تعصب کی وجہ سے انہیں روکے رکھتے تھے وہ انہیں چھوڑتے نہیں تھے کہ وہ اپنی حسب منشاء شوہروں سے شادی کر لیں.

علامہ عینی رحمہ اللہ کے اس محققانہ کلام سے واضح ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اولیاء کو خطاب نہیں ہے بلکہ ان عورتوں کے سابقہ شوہروں کو ہے جو طلاق دینے کے بعد دوسری جگہ ان عورتوں کی شادی میں رکاوٹ بنتے تھے. نیز اس آیت "**وإذا طلقتم**" میں کہا جا رہا ہے جب تم طلاق دو، شرط میں ان کے پہلے خاوند مراد ہیں، تو جزاء "**فلا تعضلوهنّ**" میں بھی وہی خاوند مراد ہوں گے، اور اس کا قرینہ کہ اس آیت میں خاوند ہی مراد ہیں، آیت کریمہ کے یہ الفاظ "**وإذا طلقتم**" اور جب تم طلاق دو، تو طلاق خاوند ہی دیتے ہیں نہ کہ اولیاء، اس لیے یہ خطاب سابقہ شوہروں کو ہے.

الرجال قوامون على النساء. (النساء-34)

مرد عورتوں پر حاکم (محافظ) ہیں.

اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑھا ہوا ہے.

امام ابن کثیر (م۔774ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

مرد، عورت کا حاکم اور رئیس ہے، اور ہر طرح سے اس کا محافظ و معاون ہے، اس لیے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں میں رہی، بعینہ شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد بن سکتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنا والی عورت کو بنائے، اسی طرح ہر قسم کا منصب قضا بھی مردوں کے لائق ہے، اور دوسری وجہ افضلیت کی یہ ہے مرد، عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں جو قرآن وسنت سے ان کے ذمہ ہے مثلاً نان ونفقہ، مہر وغیرہ اور دیگر ضروریات کا پورا کرنا، پس مرد فی نفسہ بھی افضل ہے، اور باعتبار نفع کے بھی اس کا بڑا درجہ ہے، اسی لحاظ سے مرد کو عورت کا سردار بنایا گیا ہے.

(تفسير ابن كثير، ص-477، تحت الآية)

امام ابن کثیر کی بیان کردہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مردوں کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے، جس کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے معاملات میں مردوں سے رہنمائی لینی چاہیے جس میں شادی وغیرہ کا مسئلہ بھی شامل ہے کہ مردوں کی سرداری اور قیادت میں عورتوں کو قدم بڑھانا چاہیے اس پر سب کا اتفاق ہے.

جس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان بحث ہے کہ اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر کر لیتی ہے تو وہ منعقد ہو گا یا نہیں؟ اس کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں ہے، جبکہ وہ آیات جن میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے ان کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس قسم کا نکاح منعقد ہو جائے گا.

قال إني أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين. (القصص-27)

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں.

اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اولیاء کو پیغام نکاح دینا چاہیے جس کے استحبابی درجہ میں احناف بھی قائل ہیں، اور جو اختلافی مسئلہ ہے اس کا اس آیت میں ذکر نہیں ہے، کہ اگر عورتیں خود ایسے اقدامات کر لیں تو وہ صحیح ہوں گے یا نہیں؟ جبکہ حنفیہ کے پیش کردہ دلائل میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں.

لا نكاح إلا بولي. (جامع الترمذي، ح-1101 و سنن أبي داؤد، ح-2085 و سنن ابن ماجة، ح-1881،1880)

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو گا.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا.

أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل باطل.

(جامع الترمذي، ح-1102 و سنن أبي داؤد، ح-2083 و سنن ابن ماجة، ح-1879)

جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے.

علامہ ابن نجیم رحمہ **اللہ** نے ان دونوں حدیثوں کے متعدد جوابات دیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں.

1- دونوں حدیثیں ضعیف ہیں.

2- ان دونوں حدیثوں کی صحت میں اختلاف ہے اور یہ اس حدیث صحیح کا معارض نہیں بن سکتیں جس کی صحت میں اتفاق ہے اور وہ حدیث صحیح یہ ہے.

الأيم أحق بنفسها من وليها. (صحيح مسلم، ح-1421 و جامع الترمذي، ح-1108 و سنن أبي داؤد، ح-2098 و سنن النسائي، ح-3261،3260 و سنن ابن ماجة، ح-1870)

بغیر نکاح والی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے.

3- " أيما امرأة نكحت إلخ" یہ حدیث باندی، صغیرہ اور مجنونہ کے بارے میں ہے کہ ان کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہ ہو گا، یا اس عورت کے بارے میں ہے جو اپنا نکاح "غیر کفو" میں کر لے، نیز یہ حدیث جمہور فقہاء کے خلاف حجت ہے، اس لیے کہ اگر کسی عورت نے ولی کی اجازت سے نکاح کیا تو اس حدیث کے مطابق وہ صحیح ہے حالانکہ جمہور فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک ولی کی "تعبیر" ضروری ہے.

4- "لا نكاح إلا بولي" یہ حدیث نفی کمال پر محمول ہے کہ اس قسم کا نکاح کامل نہیں ہو گا، عورت اپنے نفس کی خود ولیہ ہے لہذا اگر وہ اپنا نکاح کرتی ہے تو وہ ولی کے بغیر نہ ہوا، اس توجیہ کا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ان نکاحوں کی نفی ہو جائے گی جن میں عورتوں کی اپنے اوپر ولایت نہیں مثلاً باندی اور مجنونہ کی اپنے اوپر ولایت نہیں ہے، تو ان کے کیے ہوئے نکاح منعقد نہیں ہوں گے. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج-3 / ص-193)

احناف اور جمہور فقہاء کے تفصیلی موقف کو جاننے کے بعد دو قسم کی آراء سامنے آئی ہیں.

1- حنفیہ کے یہاں عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے، اگر اس نے ولی کی اجازت کے بغیر "کفو" میں اپنا نکاح کر لیا تو یہ منعقد ہو جائے گا، لیکن بہتر یہی ہے کہ معاملات نکاح اولیاء کی وساطت سے ادا ہوں.

2- جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی اگر ایسا کیا تو وہ نکاح سرے سے منعقد نہیں ہو گا.

اب عصری رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر عاقلہ و بالغہ عورت اپنے "کفو" میں شادی کرتی ہے تو فقہائے احناف کے ہاں وہ نکاح درست ہو گا، اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح صحیح نہ ہو گا.

تاہم جو لوگ گھروں سے بھاگ کر اولیاء کی اجازت کے بغیر شادی و بیاہ کرتے ہیں ان کا یہ فعل خلاف سنت اور قابل مذمت ہے اور اس قسم کا نکاح شریعت اسلامیہ میں پسندیدہ نہیں ہے، کیونکہ اولیاء اپنی اولاد کا بہتر اور اچھا ہی سوچتے ہیں، جہاں شریعت یہ کہتی ہے کہ مرد و عورت اپنی محبت و پسند سے نکاح کر سکتے ہیں وہاں اس بات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ شادی اور نکاح کا معاملہ اپنے بزرگوں اور اولیاء کے ہاتھوں طے کرایا جائے اور عقد سے متاثر ہونے والے اہم افراد (اولیاء) کی رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے، تاکہ نکاح کے بنیادی مقاصد پس پشت نہ چلے جائیں اور لڑائی جھگڑوں اور تلخیوں کا طوفان برپا نہ ہو جائے.

اس لیے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نکاح صرف دو افراد کے ملن کا نام نہیں ہے، بلکہ اس میں دو خاندانوں کے آپس میں تعلقات قائم ہوتے ہیں، اگر خاندان کے بزرگوں اور بڑوں سے صرف نظر کرتے ہوئے نکاح کیا جائے گا تو اس میں ان کی دعائیں اور دلی تمنائیں شامل نہیں ہوں گی، اور بسا اوقات اولیاء اپنے نظر انداز کیے جانے کو اس قدر محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنی شفقتوں اور سرپرستی سے اولاد کو محروم کر دیتے ہیں، جس سے زوجین کو قدم بقدم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے.

احناف اور جمہور فقہاء کے اس موقف کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جو تطبیق کی صورت نکالی ہے وہ نہایت اہمیت کی حامل ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے.

نکاح میں صرف فیصلہ کرنے کا اختیار عورتوں کو دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی عقل ناقص اور سوچ ادھوری ہوتی ہے، کئی مرتبہ ان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے لئے کون سا قدم اٹھانا بہتر ہے اور عام طور پر ان خاندانی خصوصیات کا لحاظ بھی نہیں کرتی جو خاندانوں میں اہم ہوتی ہیں، چنانچہ وہ کبھی غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں جو اُن کے خاندان کے لئے باعث شرمندگی بنتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ یہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہو تاکہ ہر قسم کی خرابی اور فساد سے بچا جا سکے، اور عام طور پر فطرت کی طرف سے لوگوں میں رائج طریقہ یہی ہے کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہوں اور ان کے ہاتھ میں ہی معاملات کو کھولنا اور لپیٹنا ہو، اُن کے ذمہ مصارف ہوں اور عورتوں کے نکاح میں اولیاء کا ہونا مردوں کی شان بڑھاتا ہے، اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے جس کا سبب حیاء کی کمی ہے، اور اس میں اولیاء کی حق تلفی ہوتی ہے جو ان کی بے

قدری کا باعث ہے، اور اہم بات یہ ہے کہ نکاح کی تشہیر بھی ضروری ہے تا کہ نکاح اور بدکاری میں فرق ہو جائے اور شہرت کا بہترین طریقہ ہے کہ اولیاء کو نکاح میں شامل کیا جائے. (حجة الله البالغة، ج-2 / ص-196)

آخر میں شاہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے.

أقول : لا يجوز أيضا أن يحكم الأولياء فقط لأنهم لا يعرفون ما تعرف المرأة من نفسها و لأن حار العقد و قاره راجعان إليها. (حجة الله البالغة، ج-2 / ص-196)

میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دے دیا جائے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے اور اس لئے کہ عقد کا گرم و سرد معاملہ عورت کی طرف لوٹنے والا ہے.

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ رائے نہایت معتدل ہے کہ شادی و بیاہ کے مسئلہ میں مکمل اختیار نہ صرف اولیاء کو دیا جائے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند کو مد نظر رکھتے ہوئے عورتوں کے جذبات سے کھیلیں، اور نہ ہی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق شادی کرنے کے لئے اپنے اولیاء سے مشاورت کی بھی ضرورت محسوس نہ کرے، بلکہ فریقین کو چاہیے کہ وہ اس نہایت اہم عائلی مسئلہ کو شریعت اسلامیہ کے دیئے گئے احکامات کی روشنی میں طے کریں کہ جانبین کے حقوق متاثر نہ ہوں، جو کہ یقیناً اُن کے لئے باعث برکت و اطمینان ہو گا.

شادی کے موقع پر ساز کی شرعی حیثیت

شادی کے مروجہ رسموں میں خوشی کے شادیانے اور باجے بھی ہیں، شادی سے قبل کئی دن تک نوجوان لڑکیاں شادی والے گھر میں راتوں کو گھنٹوں گانا بجاتی اور گاتی ہیں، اہل محلہ کی نیند خراب ہوتی ہے، بارات کے ساتھ بینڈ باجے اور ڈینس پارٹی کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں فلمی گانوں کی دھنوں پر سازو آواز کا جادو جگایا جاتا ہے، اور اب منگنی کے موقع پر بھی ایسا کیا جانے لگا ہے، شادی والے گھر کے سامنے گلی میں بہت سے لوگ میوزیکل شو کا اہتمام کرتے ہیں جس میں نوجوان حصہ لیتے ہیں، بے حیائی پر مبنی حرکتوں سے لوگوں کے ایمان واخلاق کو برباد کیا جاتا ہے، شادی ہال نکاح اور ولیمے کی تقریبات اول سے آخر تک میوزک کی دھنوں سے گونجتا رہتا ہے، اوراس طرح نکاح اور ولیمے کی بابرکت تقریبات بھی شیطان کی آماجگاہ بنی رہتی ہے، بعض حضرات ان تمام خرافات اور شیطانی رسومات وحرکات کے جواز کے لئے ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں شادی اور عید یعنی خوشی کے موقع پر چھوٹی بچیوں کو دف بجانے اور نغمے وترانے گانے کی اجازت دی گئی ہے.

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حرام اور حلال کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف بجانا اور نکاح میں آواز بلند کرنا ہے".

(جامع الترمذي، ح-1088 و سنن النسائی، ح-3369 و سنن ابن ماجة، ح-1896)

اس سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خاص موقعوں پر دف بجایا جاسکتا ہے اور گیت گایا جاسکتا ہے، جس کا مقصد نکاح کا اعلان کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے تاکہ شادی خفیہ نہ رہے، اس لئے یہ حکم بھی دیا گیا ہے: "نکاح کا اعلان کرو"،(جامع الترمذي، ح-1088) یعنی علانیہ نکاح کرو، خفیہ نہ کرو، اس حکم سے مقصود خفیہ نکاحوں کا سدباب ہے، نہ کہ بینڈ باجے اور ڈینس پارٹی، بہر حال دف بجانے کا کام صرف چھوٹی یعنی نابالغ بچیاں کرسکتی ہیں، بالغ عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہے اور نہ مردوں کو اس کی اجازت ہے، پھر یہ کام محدود پیمانے پر ہونا چاہئے، محلے کی یا خاندان اور قبیلے کی بچیوں کو دعوت دے کر جمع نہ کیا جائے، موجودہ حالات میں اظہار مسرت کے رائج طریقے ناجائز ہیں، شادی بیاہ کے موقعوں پر لوگ اللہ ورسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور منہیات کا بڑی دلیری سے ارتکاب کرتے ہیں، مہندی کی رسم اور اس میں نوجوان بچیوں کا سرعام ناچنا، گانا،

ویڈیو اور فلمیں بنانا، بے پردگی اور بے حیائی کا ارتکاب، بینڈ باجے، میوزیکل دھنیں اور میوزیکل شو، آتش بازی وغیرہ یہ سب غیروں کی نقالی ہے اور اسلامی تہذیب وروایات کے بالکل خلاف ہے، اسلام سے اس کا نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہو سکتا ہے.

جہیز معاشرے کا ایک ناسور

مروجہ جہیز ایک لعنت ہے اس کے باعث خاندان تباہ و برباد ہو رہے ہیں، آپس میں نفرت، دشمنی اور باہمی عداوت کی بنیادیں پڑ رہی ہیں، لڑکی والوں سے کسی رقم یا خاص چیز کا مطالبہ یا من مانی فرمائش اور مالی واقتصادی منافع کے حصول کی شرط جس کو "جہیز" کے نام سے جانتے ہیں، رہتے سہتے یا مال و دولت کی اس بڑھی ہوئی حرص اور لالچ کی وجہ سے اس مسلم معاشرے کے لئے اس ماحول میں جس میں دینی تربیت و تعلیم کی کمی ہے، اس میں شادی جیسے آسان اور نیک کام کو دشوار بنادیا ہے، دراصل آج کا معاشرہ لالچی اور حریص بن گیا ہے، جس کا خمیازہ حوا کی بیٹی کو بھی بھگتنا پڑ رہا ہے، صنف نازک کو خودکشی کے لئے مجبور کیا جارہا ہے، کیونکہ والدین کے پاس جہیز میں دینے کے لئے مال واسباب نہیں ہیں، آج مسلم معاشرے میں مروجہ جہیز کا جواز نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ. (النساء-29)

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کچھ چیزیں شادی کے موقع پر عطا فرمائی تھیں، مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مہر کی رقم سے یہ چیزیں خریدی گئی تھیں، سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق حضرت علیؓ کے پاس مہر میں دینے کے لئے صرف ایک زرہ تھی جو انھوں نے بطور مہر معجل دے دی تھی، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فروخت کرادیا اور اس کی رقم سے بستر، تکیہ اور کچھ چیزیں مہیا کرائیں.

اگر مروجہ جہیز کی قسم کا کوئی تصور ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بقیہ بیٹیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرماتے لیکن یہ بات واضح ہے کہ آپؐ نے سوائے فاطمہ کے کسی دوسری بیٹی کو کوئی چیز فراہم کرنے کی صلاح نہیں دی، حضرت علیؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور آپؐ کے پاس رہا کرتے تھے،

حضرت علیؓ کی زرہ کو فروخت کر کے کچھ سامان مہیا کرانے میں آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے، اس لئے اس خرابی سے دور رہنے کی اشد ضرورت ہے، اس میدان میں آگے بڑھ کر اصلاحی قدم اٹھانا بھی نہایت ضروری ہے.

یاد رہے! اسلام نے شادی بیاہ کے مسئلہ کو بڑی سادگی سے انجام دینے کی ترغیب دی ہے، اور شادی کے لئے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول اور مہر ضروری ہے باقی چیزیں نہیں.

مہر کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں دے دیں تو اسے مزے سے کھاسکتے ہو. (النساء-4)

شادی کے لئے مستحب اوقات:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: تزوجني رسول الله ﷺ في شوال و بنى بي في شوال ، و كانت عائشة تستحب أن تدخل نسائها في شوال.

(صحيح مسلم، ح-1423 و جامع الترمذي، ح-1093)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا پھر صحبت بھی شوال میں کی، حضرت عائشہ اپنی سہیلیوں کی رخصتی شوال میں ہونا پسند کرتی تھیں.

یوں تو شادی سال کے کسی بھی مہینہ اور کسی بھی دن ہو سکتی ہے، لیکن شوال کے مہینہ مین زیادہ بہتر ہے کہ شادی کی جائے.

نکاح کا طریقہ:

نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو بلانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح کا اعلان بھی ہو جائے جو کہ مطلوب ہے، مگر اس اجتماع میں مبالغہ (حد سے زیادہ) نہ ہو، نکاح تو صرف دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے ہو جاتا ہے، مگر نکاح پڑھانے والے کو چاہیئے کہ خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد ایجاب وقبول کرائے اور عورت کا نام زور سے پکارے تاکہ خوب تشہیر ہو.

اسی طرح لڑکی کے باپ کا چھپے چھپے پھرنا بھی خلاف سنّت ہے، بلکہ بہتر ہے کہ باپ خود اپنی بیٹی کا نکاح پڑھائے جس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کا خود نکاح پڑھایا تھا، کیونکہ یہ ولی ہے اور دوسرا نکاح پڑھانے والا وکیل ہے، ولی کو بہر حال وکیل پر ترجیح ہے.

پھر نکاح میں شرعی مہر زیادہ مقرر کرنا خلاف سنت ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا: مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ، اس لئے کہ اگر یہ اللہ تعالی کے نزدیک عزت اور تقوے کی بات ہوتی تو تمہارے پیغمبر ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے، معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر. (جامع الترمذي، ح-1114)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ مہر اس لئے مقرر کرتے ہیں تاکہ شوہر بیوی کو چھوڑ نہ سکے، یہ عذر بالکل غلط ہے اول تو جن کو چھوڑنا ہوتا ہے وہ چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہو، اور جو نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں، لہذا وسعت کے مطابق مہر ٹھہرانا زیادہ مناسب ہے.

شب زفاف (شادی کی پہلی رات)

جب شادی اور رخصتی ہو جائے اور دلہن کو شوہر اپنے مکان پر لے آئے تو اب یقیناً ان میں خلوت و تنہائی ہو گی، اس سلسلہ میں کچھ آداب و اصول اور کچھ باتیں ذہن نشین ہونی چاہیئے.

(1)- دولہا اور دلہن کو چاہیئے کہ رخصتی سے پہلے والا دن اس طرح نہ گزاریں کہ بالکل تھکے ہوئے ہوں اور آرام کا کوئی موقع نہ ملا ہو، بلکہ دن میں موقع نکال کر کچھ وقت آرام کر لینا چاہیئے، تاکہ دونوں کی ملاقات کے وقت طبیعت میں انبساط اور بدن میں تازگی ہو.

(2)- پھل فروٹ اور نیم گرم دودھ کا بھی انتظام کر لینا چاہیئے اور کمرے کو خوشبو سے معطر اور کسی قدر زینت بھی ہونی چاہیئے.

(3)- بیوی کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی ہدیہ بھی ضرور پیش کرنا چاہیئے، کیونکہ خالی ہاتھ جانا غیرت کے خلاف ہے.

(4)- پہلی ملاقات میں کلام و گفتگو سے پہلے "السّلام عليكم و رحمة الله و بركاته" کہے اور پھر

عورت کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے: اللّٰھمّ إنّي أسئلك من خیرھا و خیر ما فیھا و خیر ما جبلتھا علیه و أعوذ بك من شرّھا و شرّ ما فیھا و شرّ ما جبلتھا علیه.

(سنن بي داؤد، ح-2160 و سنن ابن ماجة، ح-2252،1918)

اے اللہ! میں اس عورت کی خیر و بھلائی کا اور جو خیر تونے اس میں رکھی ہے اور جس خیر پر تونے اسے پیدا فرمایا ہے ان سب کا سوال کرتا ہوں، اور عورت کے شر سے اور جو شر اور برائی اس میں رکھی ہے اور جس شر پر تونے اس کو پیدا فرمایا ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں.

(5)-شوہر و بیوی دونوں وضوء کریں اور شوہر اسے اپنی اقتدا میں دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے لئے کہے، اور اس کے بعد یہ دعا کرے: اللّٰھمّ بارك لي في أھلي و بارك لھم فيّ اللّٰھمّ ارزقھم مني وارزقني منھم اللّٰھمّ اجمع بیننا بخیر ما جمعت بخیر و فرّق بیننا إذا فرّقت بخیر.

(المعجم الأوسط، ح-4018 و مجمع البحرین، ح-2287)

اے اللہ! میرے لئے میری بیوی میں برکت عطا فرما اور میری بیوی کے لئے مجھ میں برکت عطا فرما، اے اللہ! جب تک تو ہمیں اکٹھا رکھے خیر و برکت کے ساتھ اکٹھا رکھنا اور جب ہم میں جدائی ہو تو اس وقت بھی ہمیں خیر و بھلائی کے ساتھ جدا کرنا.

(6)-اور اس پہلی رات میں جب وہ حسین لمحہ میسر آئے کہ جس کے لئے انسان ساری زندگی منتظر رہتا ہے، تو پہلے میٹھی میٹھی باتیں کرے، اس کے حسن و جمال کی تعریف کرے، اور کچھ دیر بوس و کنار کرے، پہنچتے ہی اس کے ساتھ جنسی عمل میں نہ لگے ورنہ اس کے تمام خواب چکنا چور ہو جائیں گے، ہمبستری سے پہلے یہ دعا پڑھے: بسم الله اللّٰھمّ جنّبنا الشیطان و جنّب الشیطان ما رزقتنا. قل من حرّم زینة الله التي أخرج لعباده. (الأعراف-32)

اللہ کے نام سے شروع، اے اللہ! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور ہماری اولاد کو شیطان سے محفوظ رکھ.

یہ دعا پڑھ لینے کے بعد جنسی عمل شروع کرے، اس دعا کی فضیلت نبی اکرم ﷺ نے یہ بتائی ہے کہ اگر اللہ تعالی نے اس ہمبستری سے کوئی اولاد عطا فرمائی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہ پہنچائے گا.

(7)-شادی کی رات گزارنے کے بعد صبح میں شوہر و بیوی کے لئے واجب ہے کہ طہارت کی خاطر غسل جنابت کرے، پھر نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر عطر وغیرہ استعمال کر کے اپنے رشتہ داروں عزیزوں اور

آئے ہوئے مہمانوں سے ملاقات کرے، لیکن گزری ہوئی رات کے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرے کہ ظاہر کرنا گناہ ہے.

(8)-اور جو لوگ اس سے ملیں وہ دولہے کو یہ کہتے ہوئے دعا دیں: بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما في خير. (جامع الترمذي، ح-1116 و سنن أبي داؤد، ح-2130 و سنن ابن ماجة، 1905)

اللہ تیرے لئے برکت عطا کرے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے، اور خیر و بھلائی میں تم دونوں کو متحد فرمائے.

سنت ولیمہ:

ولیمہ کے بارے میں آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا دعوت ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو، آگے فرمایا پہلے دن کا کھانا یہ مہمانوں کا حق ہے اور دوسرے دن کا کھانا (یعنی ولیمہ کرنا) سنّت ہے، اور تیسرے دن کا کھانا ریا کاری، لہذا یہ کام محض اللہ اور اس کے رسول کی رضاو خوشنودی کے لئے اور سنّت سمجھ کر کیا جائے نہ کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے، جو اپنی شہرت کی خاطر ایسا کرے گا اسے آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا.

جب کسی کو دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنا اور اس دعوت میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا حکم اور آپ کی سنّت ہے. (مفہوم حدیث، جامع الترمذی، ح-1098، 1097، 1094)

زوجین کے حقوق

نکاح کے ذریعہ عائد ہونے والے حقوق کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو زوجین کے درمیان مشترک ہے، اور بقیہ دو قسمیں وہ ہیں جو دونوں کے لئے الگ الگ منفرد ہیں.

مرد و عورت کے مشترکہ حقوق:

پہلے ہم مشترکہ حقوق کا ذکر کریں گے، جن میں چھ حقوق اہمیت کے حامل ہیں.

(1)- غلطیوں اور لغزشوں پر چشم پوشی، میاں بیوی کو ایک دوسرے کی غلطیاں نظر انداز کرنا چاہیئے، خواہ وہ غلطی زبان کی ہو یا عمل کی، اگر انجانے میں ہوئی تو وہ بھول جانے کے قابل ہے، جب کسی غلطی کی وجہ سے ایک دوسرے پر غصہ آئے تو برداشت کرتے ہوئے غصہ کو پی جائے، اور ایک دوسرے کو راضی کرلے.

جیسا کہ حضرت ابو درداء نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو مجھے غصہ میں دیکھنا تو راضی کر لینا اور جب مَیں تجھے غصہ میں دیکھوں گا تو راضی کر لوں گا.

یعنی تو مجھے ناراض دیکھنا تو منالینا اور تجھے روٹھنے پر مَیں منالیا کروں گا اس کے بغیر گذارا اور نباہ مشکل ہے.

(2)- **دکھ سکھ میں شرکت**، میاں بیوی کے اندر ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شرکت کی تڑپ ہونا چاہیئے، باہمی الفت و محبت اور امداد و تعاون کی بنیاد پر گھر اور جملہ اہل خانہ شاد و آباد ہوتے ہیں بصورت دیگر نفرت و کراہت کی بنیاد پر ویران و برباد ہو جاتے ہیں، لہذا میاں بیوی کو تنگی و فراخی، مشکلات و آسانی ہر حالت میں غموں کو دور کرنے اور فرحت و سرور پیدا کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا بہت ضروری ہے.

(3)- **اطاعت الہی کے لئے باہمی تعاون**، اطاعت الہی کا مفہوم یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی رغبت دلائے اور تمام حرام کاریوں سے منع کرے، کہ وہ خود بھی صوم و صلاۃ کے پابند رہیں اور دوسرے کو بھی تاکید کریں.

(4)- **رازوں کی حفاظت**، رازوں کی حفاظت میاں بیوی دونوں کی ذمہ داری ہے، لوگوں کے درمیان نہ شوہر اپنی بیوی کی برائی کرے نہ اس کے راز فاش کرے، اور نہ اس کے مخفی عیوب ظاہر کرے، نہ ہی بیوی اپنے شوہر کی برائی میں زبان کھولے اور نہ ہی اس کے سربستہ رازوں کو ظاہر کرے.

حفاظت کے معاملہ میں بیوی کی ذمہ داری زیادہ نازک ہے، اسے بدنامی سے دور رہ کر اپنی عزت و آبرو کی حفاظت اور رازوں کو چھپا کر گھریلو معاملات کی بھی حفاظت کرنی ہے.

زوجین کا سب سے اہم راز وہ ہے جو ان کے جنسی تعلقات سے متعلق ہے، اس کا افشا قطعی حرام ہے.

راز کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ دوستوں میں مزے لے لے کر بیان کرے، ظاہر ہے کہ بند کمرے کی بات جب کسی سے زبانی طور پر بیان کر دی گئی تو گویا اسے اس کی تصویر دکھائی گئی اور وہ عمل اس کے سامنے انجام دیا گیا، لہذا راز اب راز نہ رہا.

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: کہ ایک بار وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھیں اور وہاں بہت سی عورتیں اور مرد بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم میں سے بعض مرد اپنی بیوی کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں سے بیان کر دیتے ہیں، اور شاید بعض عورتیں بھی اپنے شوہروں کے ساتھ جو کچھ کرتی ہیں اسے

بیان کر دیتی ہیں، لوگ خاموش رہے، اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالی عنہا بول پڑیں: ہاں، اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! یقیناعورتیں بھی ایسا کرتی ہیں اور بے شک مرد بھی ایسا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو.

(مسند احمد بن حنبل، ح-28135)

(5)- ایک دوسرے کے لئے زیب وزینت، زیب وزینت اور بناؤ سنگار کے بہت سے سامان اللہ تعالی کی طرف سے ایک گراں قدر نعمت ہیں، ان کا استعمال نہ صرف حلال ہے بلکہ انھیں حرام ٹھہرانے والوں کی قرآن مجید میں سرزنش کی گئی ہے، ارشاد ہے: **قل من حرّم زينة الله التي أخرج لعبادہ.** (الأعراف-32)

آپ فرمادیجئے کہ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنائی.

بہت سی احادیث میں مرد وعورت دونوں کے لئے زیب وزینت اختیار کرنے کی ترغیب موجود ہے، لہذا زوجین کو چاہیئے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مناسب حد تک زیب وزینت اختیار کریں کیونکہ اس سے باہمی الفت ومحبت پروان پاتی ہے، عورت تو فطری طور پر زیب وزینت کی عاشق اور بناؤ سنگار کی حریص ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے بعض ایسی چیزیں بھی جائز اور حلال رکھی ہیں جو مردوں پر حرام ہیں جیسے ریشمی لباس اور سونے چاندی کے زیورات جو مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال.

زینت اختیار کرتے ہوئے عورت کو بعض امور کا خیال رکھنا چاہیئے، جیسے بھوں کا اکھیڑنا، گودنا گودوانا، بال کٹوانا وغیرہ.

یہ بھی یادرہے کہ اجنبی مرد کے سامنے کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار ممنوع وحرام ہے.

اور زیب وزینت میں اتنامبالغہ بھی نہ ہو کہ سارا قیمتی وقت آئینہ کے سامنے ہی برباد ہو، اور شوہر کی ساری کمائی بیوی نے زیب وزینت کے سامان میں ہی لٹائی ہو.

(6)- جنسی حقوق کی ادائیگی، میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے کی جنسی خواہش کا احترام ضروری ہے، لہذا ان میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ قدرت واستطاعت کے باوجود دوسرے کا حق نہ دے.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے جس کی بناپر شوہر غصہ میں رات گزارے تو صبح ہونے تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں.

ہاں کوئی شرعی عذر ہو تو انکار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، جس طرح عورت کے لئے مرد کی پکار پر لبّیک کہنا

ضروری ہے، اسی طرح بلاوجہ بیوی کے بستر سے الگ رہنا مرد پر بھی حرام ہے.
یہ بھی یاد رہے کہ جنسی خواہش یہ ایک ایسا عمل ہے، یایوں کہیئے کہ ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ عورت اپنے مرد کو اپنے بس میں کرنا چاہتی ہے، تو ایسا نہ ہو کہ آپ جورو کے غلام بن کر رہ جائیں اور اپنے ماں باپ کو دوسروں کے ٹکڑوں پر چھوڑ دیں، کیونکہ اسلام آزادی کا قائل ہے غلامی کا نہیں، اور یہ وہ مرحلہ ہے جہاں بہت سوچ سمجھ کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے.

بیوی کے حقوق:

اب ہم شوہر پر اپنی بیوی کے حقوق کیاہیں اس کا تذکرہ کریں گے، ان میں بھی چھ حقوق بڑی اہمیت کے حامل ہیں.
(1)- حق مہر، نکاح کی وجہ سے جو مال عورت کو دیا جاتا ہے اسے مہر کہتے ہیں، اسلام نے مرد کے اوپر مہر کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے، قرآن واحادیث میں اس کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے.
ارشاد باری ہے: **وآتوا النساء صدقاتهنّ نحلة.** (النساء-4)
عورتوں کو ان کا حق مہر بخوشی ادا کر دیا کرو.
فآتوهنّ أجورهنّ فريضة. (النساء-24)
انھیں ان کے مقررہ حق مہر ادا کر دیا کرو.
وآتوهنّ أجورهنّ بالمعروف. (النساء-25)
اور حسب دستور ان کے مہر ادا کرو.
اسی طرح احادیث میں بھی حق مہر کا ذکر بڑی کثرت سے ملتا ہے، بس اتنا سمجھ لیجئے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر ایک بیوی سے شادی کرتے ہوئے اور اسی طرح ہر بیٹی کے عقد نکاح میں مہر ضرور متعین کیا.
اسلام نے مہر کو عورت کا حق قرار دیا ہے اور اسے ادا کرنا شوہر پر لازم کیا ہے، لیکن یاد رہے یہ عورت کی قیمت نہیں ہے، بلکہ یہ عورت کے اعزاز و تکریم کی خاطر خدا کی طرف سے ایک عطیہ ہے، عورت کی اجازت و رضامندی کے بغیر کوئی شخص نہ ہی اس کو کھا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کسی طرح کا تصرف کر سکتا ہے.

(2)- **نان ونفقہ**، بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے.

ارشاد باری ہے: **لينفق ذو سعة من سعته و من قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله.**

(الطلاق-7)

خوش حال کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق نفقہ دے اور تنگ دست اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے.

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: **عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اس لئے کہ تم نے ان کو اللہ کی امان سے لیا ہے، اور اللہ کے کلمہ سے ان کے ستر کو حلال کیا ہے، دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دینا تمہارے اوپر ان کا حق ہے.** (صحيح مسلم، ح-1218 و السنن الكبرى للبيهقي، ح-14774)

رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا: **کہ تم اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کروگے اس کا تمہیں اجر ملے گا، حتّی کہ تمہیں اس لقمہ کا بھی اجر ملے گا جو تم نے اپنی بیوی کے منہ میں محبت سے ڈالا ہو گا.** (صحيح البخاری، ح-1295،55 و صحيح مسلم، ح-1628،1002)

سب سے زیادہ اجر بھی اس مال میں ہے جو اپنے اہل عیال پر خرچ کیا جائے. (صحيح مسلم، ح-995،994)

(3)- **رہائش**، عورت کے لئے رہائش مہیا کرنا مرد کے اوپر واجب ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

أسكنوهنّ من حيث سكنتم من وجدكم. (الطلاق-6)

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو جیسی بھی جگہ تمہیں میسر ہو.

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **و عاشروهن بالمعروف.** (النساء-19)

اور ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو.

بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی ایک گھر اور ٹھکانہ مہیا کرے، جس میں عورت اپنے مال ومتاع کی حفاظت سے رکھ سکے، اور لوگوں کی نظروں سے چھپ سکے، اور رہنے کے لئے اپنے بچوں کو پناہ دے سکے.

(4)- **تعلیم وتربیت**، اللہ تعالی فرماتا ہے: **يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم و أهليكم نارا وقودها الناس و الحجارة.** (التحريم-6)

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں.

یہ بات کسی صاحب عقل سے مخفی نہیں ہے کہ جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے اصول دین کی تعلیم ضروری ہے، خوف خدا، ارکان ایمان، ارکان اسلام، حلال و حرام، عبادات و معاملات اور مکارم اخلاق سکھا کر اہل و عیال کی تربیت کریں.

اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وكان يأمر أهله بالصلاة و الزكاة و كان عند ربّه مرضيا**. (مريم-55)

وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ انسان تھے.

اسی طرح اللہ ربّ العزت نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اس بات کا حکم دیا: **وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها**. (طه-132)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر ثابت رہیئے.

بیوی کے لئے عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم زیادہ ضروری ہے، اگر شوہر کو مسائل معلوم نہ ہوں تو کسی عالم سے پوچھ کر اپنی بیوی کو بتلائے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے.

(5)- **عزّت وناموس کی حفاظت**، بیوی مرد کا گراں قدر اور قیمتی خزانہ ہے، اس کی عزت وناموس کی حفاظت اس کا اہم فریضہ ہے، مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے نہایت غیرت مند ہو، اسے لوگوں کی نگاہوں اور زبانوں سے محفوظ رکھے.

واضح رہے کہ غیرت عورت سے بدگمانی کا نام نہیں اور نہ ہی عورت کے خلاف مواقع تلاش کرنے کا نام ہے بلکہ یہ صفت تو قابل مذمت ہے، کیونکہ اس سے میاں بیوی کے درمیان اختلاف، بگاڑ، اور جدائی تک نوبت آسکتی ہے جو کہ اسلامی شریعت کی نظر میں سنگین جرم اور عظیم گناہ ہے.

پھر شوہر کو چاہیئے کہ عورت جہاں بھی جائے تو اس کے ساتھ جائے کیونکہ عورتوں کو تنہا سفر کرنا حرام ہے.

(6)- **حسن معاشرت**، حسن معاشرت کو آسان لفظوں میں بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے.

ارشاد باری ہے: **و عاشروهن بالمعروف**. (النساء-19)

اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا رویہ اپناؤ (بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو).

یہ بھی یاد رہے معاشرتی زندگی میں کچھ موڑ ایسے آتے ہیں جب ازدواجی تعلق کو برقرار رکھنے یا انھیں خوشگوار رکھنے کے لئے شوہر کو بیوی سے اور بیوی کو شوہر سے کچھ باتیں چھپانا پڑتی ہیں، ایسے خاص موقوں اور ضرورتوں پر اخفائے حال کے لئے جھوٹ بولنا پڑتا ہے، اور یہ جھوٹ بولنا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے، یہ اسلام کے دین فطرت ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس نے واقعی ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے رخصت عنایت فرمادی.

حضرت امّ کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی پاک ﷺ سے بات چیت میں جھوٹ کی اجازت نہیں سنی ہے البتہ تین موقعوں پر، جنگ کے وقت، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے، میاں بیوی کا آپس میں بات چیت کرتے وقت. (صحیح مسلم، ح-2605)

یاد رہے ان ہی موقعوں پر جھوٹ بولا جا سکتا ہے، جہاں حقیقت کے بتانے پر میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواجی میں درار پڑنے کا خطرہ ہو کیونکہ اس رشتہ کو مستحکم رکھنے کا اسلام حکم دیتا ہے، ایسا نہ ہو کہ ساری زندگی جھوٹ بول کر ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے رہیں.

حسن معاشرت یہ ایک جامع کلام ہے اس کا مفہوم بہت وسیع ہے، لہذا ہم "حسن معاشرت کے تقاضے" پر تھوڑی گفتگو کرنا چاہیں گے.

حسن معاشرت کے تقاضے:

(1)-عمدہ اخلاق سے پیش آنا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ایمان کے لحاظ سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے، اور تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے بہتر ہے.

(جامع الترمذی، ح-1162)

(2)-خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرنا، ہر انسان میں کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہوتی ہیں، عورت بھی ایک انسان ہے لہذا وہ بھی اس اصول سے باہر نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ آدمی صرف اس کی خامیوں پر نظر رکھے بلکہ اس کی خوبیوں اور خامیوں دونوں پر نظر رکھے، اور خوبیوں کے پہلو کو ترجیح دے، جیسا کہ فرمان رسول ہے: کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو گی تو ضرور کوئی دوسری عادت

پسند بھی ہو گی. (صحیح مسلم، ح-1469)

(3)-خامیوں پر صبر کرنا، مرد کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کی خامیوں اور کوتاہیوں پر صبر کرے، غلطیوں کے پیچھے نہ پڑا رہے، ہر بھول چوک پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، بلکہ اللہ کے حقوق کے سوا دیگر خامیں کو نظر انداز کر دے، عورت جب غیض وغضب اور غصہ و طیش میں ہو تو مرد کو برداشت کرنا چاہیئے.

(4)-چہرے کو شگفتہ رکھنا، چہرہ ہمیشہ ہنستا، مسکراتا، شگفتہ اور پھول کی طرح کھلا ہوا رہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو اگرچہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی اور شگفتہ روی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی ایک نیکی ہے. (سنن ابی داؤد، ح-4084)

اس نیکی کا بھلا بیوی سے زیادہ اور کون حقدار ہو سکتا ہے.

(5)-میٹھی باتیں کرنا، بیشتر اوقات بیوی کو ایک میٹھی بات اس قدر پسند ہوتی ہے کہ جس قدر قیمتی زیورات اور شاندار لباس بھی پسند نہیں ہوتے، جب آپکی بیوی آپ کے لئے اپنے ہاتھوں کا پکایا ہوا کھانا پیش کرے، آپ چمکتی آنکھوں، پسندیدہ نگاہوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کریں، اس کے پکوان کی تعریف کریں، عورتوں پر تعریفی کلمات بہت اثر انداز ہوتے ہیں، انھیں اپنی تعریف بہت اچھی لگتی ہے، آپ اپنے شیریں کلام اور میٹھی باتوں سے اس کا دل خوش رکھ سکتے ہیں، اس کے لئے صرف زبان ہی کو تو حرکت دینے کی ضرورت ہے، اس سے زندگی کی لذت بھی دوچند ہو جاتی ہے.

(6)-رائے اور مشورے کا احترام کرنا، شوہر بیوی سے کسی بھی امر میں مشورہ لے تو اس کی جو بھی رائے ہو اس کا احترام کرے.

واضح رہے کہ عورت کا مشورہ صرف اس بنیاد پر قبول نہ کرنا کہ وہ عورت ہے بالکل لغو بات ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ بعض موقعوں پر آقا علیہ السلام نے خود ازواج مطہرات کے مشورے قبول فرمائے ہیں.

(7)-گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا، جب مرد اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل وعیال کو سلام کرے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: فإذا دخلتم بيوتا فسلموا على أنفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة. (النور-61)

جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے.

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب تم اپنے اہل وعیال پر داخل ہو تو سلام کرو، تمہارا اسلام خود تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا سبب ہے. (جامع الترمذی، ح-2698)

(8)-راضی وخوش رکھنا، مرد کو چاہیئے کہ اپنی بیوی کو راضی وخوش رکھنے کی پوری کوشش کرے، اس کی خوب عزت وتکریم کرے جس سے وہ راضی رہے، اس کے سامنے اس کے والدین اور گھر والوں کی تعریف کیا کرے، ان کے یہاں آمد ورفت رکھے، مختلف مواقع پر اپنے یہاں آنے کی انھیں دعوت بھی دے اور ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کا برتاؤ کرے.

(9)-دوا اور علاج کرنا، مرد کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جب عورت بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرائے، خواہ مرض کی مدت کتنی بھی طویل کیوں نہ ہو جائے، اور مرد بنفس نفیس اس کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرے اور اس کی بیماری میں ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہے.

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ صرف اس وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا بیمار تھیں، نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: تم ان کے ساتھ رہو، تمہیں بدر میں حاضر ہونے والوں کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے حصہ بھی.

(صحيح البخاری، ح-3130 و جامع الترمذي، ح-3706)

(10)-گھریلو کاموں میں کام بٹانا، اگر مرد کو فرصت ملے تو گھریلو کاموں میں بیوی کا ساتھ دے اور اس کا ہاتھ بھی بٹائے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے نکل جاتے. (صحيح البخاری، ح-676)

(11)-بعد از وفات بھی ذکر خیر کرنا، اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو بعد از وفات بھی اس کی وفاداری قائم رکھی جائے، نبی پاک ﷺ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات کے بعد بکثرت ان کی مدح وثنا فرمایا کرتے تھے، ان کی فضیلت بیان کرتے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بہت کثرت سے یاد فرماتے تھے، کبھی کبھی جب آپ بکری ذبح کرتے تو اس کے کئی ٹکڑے کاٹ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سہیلیوں میں بھیج دیا کرتے تھے. (صحيح البخاری، ح-3818،3816 و صحيح مسلم، ح-2435)

شوہر کے حقوق :

جس طرح شوہر کے اوپر بیوی کے حقوق ہیں اسی طرح بیوی کے اوپر شوہر کے بھی کچھ حقوق ہیں، تاکہ ازدواجی زندگی خیر وسعادت کے ساتھ گزرے، لہذا اب شوہر کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہیں.

(1)- **اطاعت وفرماں برداری**، بیوی کے اوپر شوہر کا اہم ترین حق یہ ہے کہ بیوی اس کی اطاعت وفرماں برداری کرے.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله** . (النساء-34)

نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں بردار ہیں، خاوند کی غیر موجودگی میں حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا.

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس عورت نے پنج وقتہ نماز ادا کی اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی، اس سے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہتی ہے داخل ہو جا. (صحيح ابن حبان، ح-4163 و مسند احمد بن حنبل، ح-1661 و المعجم الأوسط، ح-8825،4598)

ایک مسلمان خاتون اپنے شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت میں ہوتی ہے، اور اس پر اجر وثواب پاتی ہے.

یہ یاد رہے اطاعت اسی امر میں کی جائیگی جس میں اللہ ورسول کی معصیت نہ ہو، کیونکہ اللہ ورسول کی اطاعت کے آگے کسی کی اطاعت قابل قبول نہیں.

(2)- **نافرمانی پر تنبیہ وسرزنش**، اللہ تعالی نے شوہر کو یہ حق دیا ہے کہ اگر اس کی بیوی اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے تو شرعی حدود میں رہ کر اس کی تنبیہ وسرزنش کر سکتا ہے.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن في المضاجع و اضربوهن فإن أطعنكم فلا تبتغوا عليهن سبيلا** . (النساء-34)

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ (نہ سمجھیں تو) ان کے بستر سے الگ ہو جاؤ (پھر بھی

نہ سمجھیں تو) انھیں مارو پھر اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر زیادتی کے بہانے تلاش نہ کرو.

اس آیت میں نافرمانی کی صورت میں مرد کو اپنی بیوی پر تنبیہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس کے تین درجات مقرر کر دیئے گئے ہیں.

پہلا درجہ وعظ و نصیحت کا ہے، کہ اگر اس سے نافرمانی ہوتی ہے تو پہلے اسے پیار محبت سے سمجھائے، اگر نرمی کے ساتھ کی گئی وعظ و نصیحت کا کوئی فائدہ نہ ہو تو اگلا قدم اٹھائے، اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے اس کے بستر سے الگ سوئے، یہ بات بھی ذہن نشیں ہونی چاہیئے کہ یہ ترک تعلق انتقام لینے یا ضرر پہنچانے کے مقصد سے ہرگز نہ ہو، بلکہ اصلاح اور تنبیہ کی خاطر ہو، اگر ترک تعلق بھی فائدہ نہ دے اور عورت اپنی نافرمانی پر بدستور قائم رہے تو مرد تیسری صورت کو اپنائے جس میں عورت کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے، یہ بھی یاد رہے سزا صرف کوتاہی کے مطابق ہو اس سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے، ہلکی مار سے کام چلائے ایسی مار نہ ہو جس سے سخت چوٹ لگے.

اور یہ وعظ و نصیحت، ترک تعلق اور مار گھر کے اندر ہو باہر سرے عام یا لوگوں کی موجودگی میں نہ ہو، بہر کیف ہر مسئلہ نرمی کے ساتھ نصیحت کے ذریعہ ہی سلجھانے کی کوشش کرے، کیونکہ نہ مارنا ہی افضل اور بہتر ہے.

بعض جاہل اور ظالم یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں پر ظلم و جبر ہی مردانگی ہے، یہ انکی غلط فہمی ہی نہیں بلکہ سخت قسم کی حماقت و نادانی ہے.

(3)- **شوہر کے مال کی حفاظت**، عورت کے پاس شوہر کا جو بھی مال ہے وہ ایک امانت ہے، اس میں شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کے لئے کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے.

(جامع الترمذی، ح-670 و سنن ابن ماجة، ح-2295)

یہ بات ذہن نشیں رہے جب کوئی مرد اپنی بیوی کو پیسے یا مال دیتا ہے تو اس میں عمومی طور پر اجازت شامل ہوتی ہے، ہاں اس نے اپنے کسی خاص کام یا کاروبار کے لئے پیسے جمع کئے ہیں تو اس میں سے اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں، اور اگر اس کا شوہر خرچہ دینے میں کنجوسی کرتا ہے تو بغیر اجازت بھی اپنے ضروری خرچہ لائق عورت بغیر اجازت لے سکتی ہے.

(4)- **کفایت شعاری**، بیوی پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ کفایت شعاری اور قناعت پسندی اختیار کرے اور اپنے شوہر سے اس کی طاقت اور اپنی ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے.

کیونکہ اصل امیری تو دل کی امیری ہے اور قناعت باعث سعادت ہے، لہذا غریب کی بیوی امیروں کی بیویوں جیسے شوق نہ کرے، نبی پاک ﷺ نے اگرچہ عورتوں کو سونا، چاندی اور ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے مگر آپ اپنی ازواج مطہرات کو ریشم اور زیورات پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: **اگر تم جنت کے زیورات اور ریشمی لباس چاہتی ہو تو اسے دنیا میں مت پہنو.** (سنن النسائي، ح-5136 و صحيح ابن حبان، ح-5486 و مسند احمد بن حنبل، ح-17443 و المستدرك للحاكم، ح-7403)

(5)- **شکر و سپاس**، شوہر اپنی طاقت کے مطابق بیوی کے لئے جو خوراک ولباس اور زیورات مہیا کرے، بیوی کو اس پر شوہر کا شکر گزار ہونا چاہیئے، ناشکری سے بچتے ہوئے اللہ سے دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالی اسے اچھا بدلہ عطا فرمائے.

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **اللہ تعالی ایسی عورت پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہیں کرتی حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی.**

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: **مجھے دوزخ دکھائی گئی جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو ناشکری کرتی ہیں، کہا گیا کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں، اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فورا کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے بھلائی نہیں دیکھی.** (صحیح البخاری، ح-29 و صحيح مسلم، ح-907)

(6)- **خدمت گزاری**، شوہر کے گھر کی دیکھ بھال، کھانا پکانا، برتن دھونا، جھاڑو لگانا، صفائی ستھرائی وغیرہ کا خیال رکھنا عورت کی ذمہ داری ہے.

اسما بنت ابو بکر جو زبیر بن عوام کی بیوی تھیں فرماتی ہیں: **میں حضرت زبیر کے گھر کی تمام خدمات انجام دیتی تھی، ان کے پاس ایک گھوڑا تھا اس کی بھی دیکھ ریکھ کرتی اور اسے چارہ پانی بھی مہیا کرتی تھی.**

(مسند احمد بن حنبل،ح- 27512)

(7)- **بچوں کی رضاعت اور ترورش**، بچوں کی پرورش، ان کی نگہبانی اور دیکھ بھال والدین خصوصاماں کی ذمہ داری ہے.

ارشاد باری ہے: **والوالدات یرضعن أولادھن حولین کاملین لمن أراد أم یتم الرضاعة.**

(البقرة-233)

اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے.

حضرت ابو امامہ الباہلی روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جب مجھے جہنم کی سیر کرائی گئی تو میں نے کچھ ایسی عورتوں کو دیکھا جن کی چھاتیوں کو سانپ ڈس رہے تھے، میں نے توچھا ان کا کیا معاملہ ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ عورتیں اپنے بچوں کو اپنادودھ نہیں پلاتی تھیں. (صحيح ابن خزيمة، ح-1986)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ کو اس کی رضاعت کا حق نہ دینا بہت بڑا گناہ ہے.

(8)- **اولاد کی تربیت**، عورت پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ محبت وشفقت کے ساتھ اولاد کی تربیت کرے، اولاد پر غصہ نہ ہو، انھیں چیخ کر ڈانٹے نہیں، ان کو گالی نہ دے، اور نہ ان پر بد دعا کرے.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے اوپر بد دعا نہ کرو، اپنی اولاد پر بد دعا نہ کرو، اپنے خادموں پر بد دعا نہ کرو، اپنے مالوں پر بد دعا نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالی کی جانب سے دعا کی قبولیت کا وقت ہو اور وہ تمہاری بد دعا قبول کر لے. (سنن ابى داؤد، ح-1532)

(9)- **شوہر کی پسند ونا پسند کا خیال رکھنا**، بیوی کو چاہیئے کہ شوہر کی پسند ونا پسند کا خیال رکھے اور اس معاملہ میں اس کے احساس وشعور کی رعایت کرے.

کیونکہ ایک عورت اپنے مانوس ومالوف گھر کو چھوڑ کر ایک نئے گھر کی طرف جاتی ہے، اور اسے زندگی کا ایک نیا ساتھی ملتا ہے جس کے بارے میں وہ زیادہ نہیں جانتی، اس لئے اسے چاہیئے کہ وہ ایسا کوئی کام نہ کرے جو نفرت و کراہت کا سبب بنے، ایسی صورت میں ایک عورت کو اپنے شوہر کے قریب ہونے کے لئے اس کی پسند ونا پسند کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے.

(10)- **ہر اہم کام شوہر کی اجازت سے کرنا**، بیوی کو اپنے ہر اہم کام کے لئے شوہر سے اجازت طلب کرنی چاہیئے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی اہم قدم نہ اٹھائے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت

کے لئے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا بھی حلال نہیں ہے.

(صحيح البخاری، ح-5195،5192 و صحيح مسلم، ح-1026 و جامع الترمذي، ح-792 ، سنن ابن ماجة، ح-1761 و سنن أبي داؤد، ح-2458 و سنن النسائي، 2932)

اسی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر کسی غیر محرم شخص کو گھر کے اندر نہ آنے دے، لیکن مرد یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون لوگ گھر کے اندر آنے کے لائق ہیں اور کون نہیں.

خلاصہ بحث

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور دین فطرت ہے جو انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صاف اور پاکیزہ دیکھنا چاہتا ہے، ہر وہ بے راہ روی کا راستہ اور موڑ جو انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس سے منع کرتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے، عورتوں کی طرف رغبت اور قلبی میلان ورجحان لوگوں کی فطرت میں شامل ہے، اسلام نے غلط اور آوارگی والے راستوں کے متبادل مرد وعورت کے درمیان تعلق کا ایک جائز طریقہ نکاح کی صورت میں دیا، جس کا مقصود اصلی مرد وعورت کا ایک دوسرے سے جنسی آسودگی حاصل کرنا ہے اور اپنے دامن عفت کو بے حیائی اور برائی کے بدنما داغوں سے بچانا ہے جو نہ صرف حفاظت نسب کا سبب ہے بلکہ بقاء نسلِ انسانی کا بھی ذریعہ ہے.

اس کے علاوہ جنسی تعلقات کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں، اس رشتہ کے قیام کے لئے اسلام مرد وعورت دونوں کو پسند وناپسند کا اختیار دیتا ہے، تاکہ شادی کے بعد ناپسندیدگی کی تلخیاں پرسکون زندگی میں انتشار واضطراب کی باعث نہ بنیں، اور اولیاء کو اس مسئلہ میں عورتوں پر سختی کرنے سے منع کیا ہے، اور مردوں وعورتوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت ومعاونت سے فیصلہ کریں اور ان کی وساطت سے قدم اٹھائیں تاکہ ان کی بھی دل آزاری نہ ہو اور معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر اپنا سفر جاری رکھ سکے.

شادی جہاں تک ہو سکے ایک سادہ انداز میں کرنی چاہیئے کیونکہ نکاح کرنا یہ سنت مصطفی ہے اور اس سنت کو انجام

بھی سنت طریقہ سے دینا چاہیئے، پھر اس معاشرتی زندگی کو آگے بڑھانے اور اس کو چلانے کے لئے ہم نے کچھ حقوق ذکر کئے ہیں جن پر خوش طبعی اور خوش دلی کے ساتھ عمل پیرا ہونا چاہیئے، ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے زندگی کو خشگوار بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ گھر خوشیوں کا چمن نظر آئے.

ہماری یہ گفتگو عملی زندگی کے لئے نہایت اہم ہے، اب یہاں ختم کی جاتی ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ باتیں ہمارے لئے مفید اور نفع بخش نیز ہمارے سماج اور معاشرے کی اصلاح اور سدھار میں نہایت کار آمد اور معاون ہوں گی.

رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ ہماری ازدواجی زندگی کو خوشیوں اور سعادتوں سے مالامال فرمائے. (آمین)

والحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ونبينا محمد صلى الله عليه وسلم .

تم بحمد الله ومنته

مصادرومراجع

1- القرآن الكريم .
2- صحيح البخاري .
3- صحيح مسلم .
4- جامع الترمذي .
5- سنن أبي داؤد .
6- سنن النسائي .
7- سنن ابن ماجة .
8- مسند أحمد بن حنبل .
9- صحيح ابن حبان .
10- السنن الكبرى للنسائي .
11- المستدرك للحاكم .
12- صحيح ابن خزيمة .
13- المصنف لعبد الرزاق .
14- المعجم الأوسط للطبراني .
15- شعب الإيمان للبيهقي .
16- مجمع البحرين .
17- الجامع لأحكام القرآن للقرطبي .
18- تقسير ابن كثير .
19- التاريخ الكبير للبخاري .
20- عمدة القاري شرح صحيح البخاري .
21- شرح صحيح البخاري لإبن بطال .
22- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي .
23- المبسوط للسرخسي .
24- الهداية شرح بداية المبتدي .
25- البحر الرائق شرح كنز الدقائق .

26- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع .
27- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق .
28- حجة الله البالغة .
29- المهذب في الفقه الشافعي .
30- البيان في مذهب الإمام الشافعي .
31- بداية المجتهد و نهاية المقتصد .
32- الحاوي الكبير للماوردي .
33- الكافي في فقه الإمام أحمد بن حنبل .
34- الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل .
35- الشرح الكبير لإبن قدامة .
36- المقدمات المهدات .
37- كتاب أحكام النساء لإبن الجوزي .
38- تاريخ المدينة المنورة لإبن شبة .
39- تاويل مختلف الحديث ابن قتيبة .
40- المنتظم ابن جوزي .
41- تاريخ الاسلام للذهبي .
42- الانساب ابن منصور .